هفت روزہ

خدام الدین

لاہور

بیادگار

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی

شیرانوالہ دروازہ لاہور

مورخہ ۲۱ جون ۱۹۶۳ء

از مطبوعات انجمن خدام الدین ◎ لاہور

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ مِنْ اَشَدِّ اُمَّتِیْ لِیْ حُبًّا نَاسٌ يَكُوْنُوْنَ بَعْدِیْ يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ رَاٰنِیْ بِاَهْلِهٖ

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ میری امت میں مجھ سے زیادہ محبت رکھنے والے وہ لوگ ہوں گے جو میری وفات کے بعد پیدا ہوں گے۔ اور اس امر کی آرزو کریں گے کہ اگر مجھ کو دیکھ لیں تو اپنے اہل و عیّال کو مجھ پر فدا کر دیں۔ (مسلم)

عَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَزَالُ مِنْ اُمَّتِیْ اُمَّةٌ قَائِمَةٌ بِاَمْرِ اللّٰهِ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ وَلَا مَنْ خَالَفَهُمْ حَتّٰى يَاْتِیَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ عَلٰى ذٰلِكَ (بخاری و مسلم)

ترجمہ:- حضرت معاویہؓ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے۔ میری امت میں سے ایک جماعت ہمیشہ حکم الٰہی پر قائم رہے گی۔ اس جماعت کو نہ وہ نقصان پہنچا سکیں گے جو اس کی تائید و اعانت چھوڑ دیں گے اور نہ وہ شخص ضرر پہنچا سکے گا جو اس کی مخالفت کرے۔ یہاں تک کہ خدا تعالےٰ کا حکم (یعنی موت) آجائے گا اور وہ اپنے اسی حال پر ہوں گے۔

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْخَلْقِ اَعْجَبُ اِلَيْكُمْ اِيْمَانًا قَالُوا الْمَلٰٓئِكَةُ قَالَ وَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ وَعِنْدَ رَبِّهِمْ قَالُوْا فَالنَّبِيُّوْنَ قَالَ وَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ وَالْوَحْیُ يَنْزِلُ عَلَيْهِمْ قَالُوْا فَنَحْنُ قَالَ وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ وَاَنَا بَيْنَ اَظْهُرِكُمْ قَالَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَعْجَبَ الْخَلْقِ اِلَیَّ اِيْمَانًا لَقَوْمٌ يَكُوْنُوْنَ مِنْ بَعْدِیْ يَجِدُوْنَ صُحُفًا فِيْهَا كِتَابٌ يُؤْمِنُوْنَ بِمَا فِيْهَا۔

ترجمہ:- حضرت عمرو بن شعیبؓ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے پوچھا۔ ایمان کے اعتبار سے تم مخلوق میں کس کو پسند کرتے ہو (یعنی تمہارے خیال میں کس مخلوق کا ایمان مضبوط و بہتر ہے) صحابہؓ نے عرض کیا ہم فرشتوں کے ایمان کو بہتر جانتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا فرشتوں کا ایمان بہتر ہونا ہی چاہیے۔ اس لئے کہ وہ اپنے پروردگار کے پاس رہتے ہیں۔ پھر صحابہؓ نے عرض کیا پھر ہم پیغمبروں کے ایمان کو بہتر جانتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ پیغمبروں کا ایمان لانا تو ظاہر ہے کہ ان پر وحی آتی ہے۔ پھر صحابہؓ نے عرض کیا۔ پھر ہم اپنے آپ کو (یعنی صحابہؓ کو) بہتر سمجھتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا تمہارا ایمان لانا بھی ظاہر ہے۔ اس لئے کہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں۔ راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرے نزدیک ایمان کی مضبوطی کے اعتبار سے وہ لوگ سب سے بہتر ہیں جو میرے بعد پیدا ہوں گے۔ وہ مصحف اور خداوندی کتابوں کو پائیں گے (جن میں احکام الٰہی لکھے ہوں گے) اور ان احکام پر وہ ایمان لائیں گے۔ (بیہقی)

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْعَلَاءِ الْحَضْرَمِیِّ قَالَ حَدَّثَنِیْ مَنْ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّهٗ سَيَكُوْنُ فِیْ اٰخِرِ هٰذِهِ الْاُمَّةِ قَوْمٌ لَهُمْ مِثْلُ اَجْرِ اَوَّلِهِمْ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقَاتِلُوْنَ اَهْلَ الْفِتَنِ۔

ترجمہ:- حضرت عبدالرحمٰن بن حضرمیؓ کہتے ہیں کہ مجھ سے اس شخص نے یہ حدیث بیان کی جس نے اس کو نبیؐ سے سنا ہے۔ اس نے کہا کہ نبیؐ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اس امت کے آخر میں ایک قوم ہوگی جس کے اعمال کا ثواب اس امت کے پہلے لوگوں کے ثواب کے مانند ہوگا (یعنی صحابہؓ کے ثواب کے مانند) یہ قوم لوگوں کو نیک کام کا حکم کرے گی۔ بُرے کاموں سے منع کرے گی اور فتنہ پرداز لوگوں سے لڑے گی۔ (بیہقی)

عَنْ اَبُوْ اُمَامَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ طُوْبٰى لِمَنْ رَاٰنِیْ وَطُوْبٰى سَبْعَ مَرَّاتٍ لِمَنْ لَّمْ يَرَنِیْ وَاٰمَنَ بِیْ

ترجمہ:- حضرت ابو امامہؓ کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ خوشخبری ہے اس شخص کو جس نے مجھ کو دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا۔ اور سات بار خوشخبری ہے اس شخص کو جس نے مجھ کو نہیں دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا۔ (احمد)

عَنِ ابْنِ مُحَيْرِيْزٍ قَالَ قُلْتُ لِاَبِیْ جُمُعَةَ رَجُلٌ مِّنَ الصَّحَابَةِ حَدِّثْنَا حَدِيْثًا سَمِعْتَهٗ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ اُحَدِّثُكَ حَدِيْثًا جَيِّدًا تَغَدَّيْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَنَا اَبُوْ عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَحَدٌ خَيْرٌ مِّنَّا وَاَسْلَمْنَا وَجَاهَدْنَا مَعَكَ قَالَ نَعَمْ قَوْمٌ يَكُوْنُوْنَ مِنْ بَعْدِكُمْ يُؤْمِنُوْنَ بِیْ وَلَمْ يَرَوْنِیْ۔ احمد دارمی

ترجمہ:- حضرت ابن محیریزؓ کہتے ہیں۔ میں نے اپنے والد ابو جمعہؓ سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں کہا میرے سامنے کوئی حدیث بیان کیجئے۔ جس کو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو۔ انہوں نے کہا ہاں میں تمہارے سامنے ایک نہایت فائدہ مند واقعہ بیان کروں گا۔ ایک روز ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صبح کا کھانا (چاشت کے وقت کا کھانا) کھایا ہمارے ساتھ ابو عبیدہؓ بن الجراح بھی تھے۔ ابو عبیدہؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا ہم سے بھی کوئی شخص بہتر ہے ہم آپؐ پر ایمان لائے ہیں اور ہم نے آپؐ کے ساتھ جہاد کیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ ہاں تم میں سے بھی بہتر لوگ ہیں اور وہ لوگ وہ ہیں جو تمہارے بعد پیدا ہوں گے، مجھ کو نہ دیکھیں گے اور مجھ پر ایمان لائیں گے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَجَاوَزَ عَنْ اُمَّتِیَ الْخَطَاَ وَالنِّسْيَانَ وَمَا اسْتُكْرِهُوْا عَلَيْهِ

ترجمہ:- حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خداوند تعالےٰ نے میری امت کے خطا و نسیان کو معاف فرما دیا ہے اور اس فعل کو بھی جو اس سے زبردستی کرایا گیا ہو۔ (ابن ماجہ۔ بیہقی)

ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور

فون نمبر ۶۷۵۴۵

ایڈیٹر مناظر حسین نظر

جلد ۹ | ۲۸ محرم الحرام ۱۳۸۳ھ مطابق ۲۱ جون ۱۹۶۳ء | شمارہ ۷

مفتی محمود کا نعرۂ حق

جمعیۃ علماء اسلام مغربی پاکستان کے لیڈر حضرت مولانا مفتی محمود صاحب مدظلہٗ نے قومی اسمبلی میں ملکی بجٹ پر تقریر فرماتے ہوئے نہ صرف علماء اسلام کی نمائندگی کا حق ادا کیا بلکہ دین حق کا پیغام سنا کر حکومت اور اراکین اسمبلی پر اتمام حجت بھی کر دیا ہم کوشش کرینگے کہ ان کی مکمل تقریر آئندہ اشاعت میں نذر قارئین کی جا سکے ——— اس وقت ان کی تقریر میں سے صرف دو باتوں پر اظہار خیال مقصود ہے۔ آپ نے فرمایا:۔

۱۔ "ملک کا پورا اقتصادی نظام سود کی بنیاد پر جاری ہے اور اللہ کا حکم یہ ہے کہ اگر تم نے سود کو ختم نہ کیا تو تمہارے خلاف اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے جنگ کا اعلان کیا جائے گا"۔

۲۔ اسلامی قانون کے نفاذ کی خاطر معاشرہ کی تربیت کیلئے بجٹ میں کوئی رقم مخصوص نہیں کی گئی۔ اس کے برعکس ثقافت کے نام پر البتہ ملکی سرمایہ کو ضرور ضائع کیا جاتا ہے۔ چنانچہ حکومت کا یہ طرزِ عمل کہ بجٹ میں معاشرہ کو اسلامی ڈھانچہ میں ڈھالنے کے لئے کوئی رقم مخصوص نہیں کی گئی صاف ظاہر کرتا ہے کہ یہ ایک لادینی حکومت کا بجٹ ہے"۔

ہم مسلمان اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ہونے کی حیثیت سے حضرت مفتی صاحب کے خیالات سے مکمل اتفاق رکھتے ہیں اور اپنی محترم حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ اگر وہ مسلمان ہونے کی مدعی ہے تو اسے خلافِ اسلام حرکات کو یکسر ختم کر دینا چاہئے اور ہر وہ اقدام جس سے بے دینی کی بُو آتی ہو اُس سے مکمل اجتناب کرنا چاہئے۔

سُود ہی کو لے لیجئے اسلام نے اسے حرام قرار دیا اور قرآن عزیز میں اس کے متعلق ایسی سخت وعید آئی ہے کہ اس سے سخت تر وعید کسی بڑے سے بڑے جرم و معصیت کی نسبت بھی نہیں آئی۔ اور دراصل اگر غور سے دیکھا جائے اور سود اور سودخواری کی زندگی کی مختلف شکلوں کا تجزیہ کیا جائے۔ تو یہ حقیقت صاف طور واضح ہو جائے گی کہ انسان کے ملکوتی خصائل کے لئے اس سے بڑھ کر مہلک اور انسانیت کی صحت مدنی کے لئے اس سے بڑھ کر سمِّ قاتل اور انسان کو خوفناک درندہ بنا دینے کے لئے اس سے تیز عمل السحر کوئی نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام انسانی گناہوں میں صرف یہی معصیت حرب من اللہ و رسولہ ہے کیونکہ کسی اور معصیت میں انسان، خدا کے بندوں کے لئے اس درجہ بے رحم اور خونخوار نہیں ہو جاتا، جس درجہ سود کو اپنا وسیلہ معاش بنا لینے کے بعد از سرتا پا مجسمہ شقاوت و قساوت اور غلاظت و صلابت بن جاتا ہے۔

اگر ایک شخص چور ہے، ڈاکو ہے، قاتل ہے، تو قانون اس کو سزا دے گا —— انسانی آبادی اس سے پناہ مانگے گی لیکن سودخوار انما البیع مثل الربٰوا کہہ کر تجارت کی دکان کھول دیتا ہے اور ضرورت و احتیاج انسان کے ہوش و حواس معطل کر دیتی ہے —— ڈاکو سے انسان بھاگتا ہے مگر مظلوم قرضدار خود دوڑ کر سودخوار کے پاس جاتا ہے۔ اور اسی لئے اس کے نتائج بھی خطرناک ہوتے ہیں۔ حالات و واقعات شاہد ہیں کہ کاروباری بے رحمی میں سودخور کا عمل ظلم —— دائمی ہوتا ہے۔ اور انسانی عمروں، خاندانوں قوموں اور نسلوں تک جاری رہتا ہے —— غرضیکہ سودخواری میں انسانیت کا ٹوٹا ہی ٹوٹا ہے نفع تام کو بھی نہیں —— اسی غرض سے حکیم کائنات فداہ ابی و امی جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کی ہر شاخ کو حرام قرار دیا اور سودخواروں کو اس کے نتائج المیہ سے ڈرایا ہے۔ امام احمدؒ نے اپنی مسند میں اور دار قطنی نے عبداللہ بن حنظلہ سے روایت کیا ہے کہ جو شخص معلوم ہونے کے باوجود سود کا ایک درہم کھاتا ہے۔ اس کو چھتیس زنا سے زیادہ کا گناہ ہوگا —— اللھم لا تجعلنا منھم۔

پھر وہ نقصانات جو سودخواری کی پاداش میں ملکوں اور قوموں کو اٹھانے پڑتے ہیں وہ بھی اربابِ علم و فہم سے پوشیدہ نہیں۔ بسا اوقات ایسا ہوا ہے کہ غیر اقوام کے لوگ سودخواری کے نتیجہ میں ایک ملک کے سرمایہ پر قبضہ کر لیتے ہیں اور اس ملک کے رہنے والے محروم رہ جاتے ہیں —— دُور نہ جائیے اپنے ملک کے حالات ہی ملاحظہ فرمائیے:۔

ابھی چند روز قبل کی خبر تھی کہ حکومت امریکہ نے پچھلے سال کی آخری ششماہی میں پاکستان کے لئے امداد کی جو رقم (سُودی) منظور کی تھی۔ اس کا ۷۷ فیصد حصہ امریکی مال کی خریداری کے ذریعہ امریکہ واپس پہنچ چکا ہے —— یہ بات کسی سے چھپی ہوئی نہیں کہ امریکہ جن ممالک کو مالی امداد (سودیہ) دیتا ہے۔ اس کی اہم شرط یہ ہوتی ہے کہ اس رقم سے امریکی مال خریدا جائے اور ظاہر ہے غرض مند دیوانہ ہوتا ہے وہ ہر شرط قبول کر لیتا ہے۔ چنانچہ جب اس شرط پر عمل کیا جاتا ہے تو مالی امداد کا تین چوتھائی حصہ مال کی خریداری کے ذریعہ امریکہ پہنچ جاتا ہے۔ اور قرضہ کی رقم باقی رہتی ہے اسطرح امریکہ کے اپنے کارخانے بھی دن رات چلتے رہتے ہیں اور وہ سود بھی کھاتا رہتا ہے۔ نتیجۃً دنیا کی دولت واشنگٹن میں سمٹ کر جمع ہوتی رہتی ہے اور مقروض ممالک قرض کے بوجھ تلے دبے رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان حالات سے سبق لینے اور اسلام پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے ——

دوسرے حضرت مفتی صاحب کا یہ فرمانا کہ ملکی بجٹ میں نام نہاد ثقافت پر خرچ کرنے کے لئے تو رقم موجود ہے لیکن اسلامی معاشرہ برپا کرنے کے لئے اور اُن عوامل کو بروئے کار لانے کے لئے جن سے اسلامی معاشرے کی بنیاد اٹھے کوئی رقم مخصوص نہیں کی گئی تمام اسلام پسند حلقوں کی دلی آواز اور مسلمان عوام کے جذبات کی ترجمانی ہے۔ کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ رقص و موسیقی اور عریانی و بے حیائی کو ثقافت کا نام دے کر اسے رواج دینے کی تو کوشش کی جاتی ہے لیکن وہ مقدس دین اور وہ پاکیزہ نام جس کے صدقے میں ہمیں یہ ملک ہاتھ آیا۔ اس کے نفاذ کے لئے اور اس کی تعلیمات کو عام کرنے کے لئے کوئی تگ و دو نہیں کی جاتی اور نہ اسلامی معاشرہ کی تشکیل کے لئے کوئی رقم مخصوص کی جاتی ہے آج اگر دیکھا جائے تو تمام پاکستان ثقافت کی وبا یا دوسرے الفاظ میں فرنگی شہوانیت کے سیلاب عظیم کی لپیٹ میں آچکا ہے۔ کوئی چھوٹا اور بڑا شہر نہیں جہاں کلچرل پروگرام کا اہتمام نہ ہو۔ کوئی اسکول اور کالج ان پروگراموں سے بچا ہوا نہیں۔ غرضیکہ ہر طرف فرنگی شہوات کی لہروں کا طوفان ملک بھر میں ثقافت کے نام پر اٹھا ہوا ہے۔ مگر اس کے برعکس لوگوں کو اسلامی تمدن و روایات کی شاہراہ پر چلانے کا کوئی انتظام نہیں، اسلامی سپرٹ مفقود ہوتی چلی جا رہی ہے اور بے حیائی نے معاشرے میں اس حد تک قدم جما لئے ہیں کہ اس کی کراہت بھی لوگوں کے دلوں سے رخصت ہوتی جاتی ہے —— ان حالات میں حکومت اگر اسلامی ہونے کا دعویٰ کرتی ہے تو اس کے لئے لازم ہے کہ وہ بے حیائی کے اس سیلاب کو بند باندھے۔ اسلامی اقدار کو زندہ کرنے کے ذرائع اختیار کرے اور اسلامی معاشرہ برپا کرنے کے لئے مؤثر تدابیر

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

مجلسِ ذکر منعقدہ جمعرات ۲۰ رمحرم الحرام ۱۳۸۳ھ مطابق ۱۳ رجون ۱۹۶۳ء

آج ذکر کے بعد جانشینِ شیخ التفسیرؒ حضرت مولانا عبید اللہ صاحب انورؔ نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔

ذِکر و فِکر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی ـــــ اَمَّا بَعۡدُ

بزرگانِ محترم: خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے اپنی یاد کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ مجلس ذکر حضرتؒ ہی کی منعقد کردہ ہے۔ یہ ان ہی کی برکت سے اور توجہ دلانے سے ہے۔

الحمد للہ: حضرتؒ کی خواہش کے مطابق بہت زیادہ شہروں میں مجلس ذکر شروع ہو گئی ہے پچھلے دنوں نوشہرہ جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں بہت زیادہ لوگوں نے مجلس ذکر میں حصہ لیا۔ اللہ کا شکر ہے کہ ابھی اللہ تعالیٰ کے ذکر کرنے والے موجود ہیں۔

مغربی تعلیم یافتہ اور بڑے بڑے سرکاری افسروں کو بھی اللہ کا ذکر کرنے کا شوق ہے۔ انہوں نے اپنے گھروں میں بھی ذکر کروائے۔ یہ سب حضرتؒ کی کوششوں اور دعاؤں کا نتیجہ ہے۔ مبارک ہیں وہ ہستیاں جو سلسلۂ خیر کی کڑیاں بنی ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے اذکار و عبادات کو قبول فرمائے اور جو نیک لوگوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے وعدے فرمائے ہیں۔ وہ اُن کے ساتھ پورے فرمائے۔ آمین!

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے اور جو کچھ دنیا میں ہے وہ سب کچھ انسان کے لئے ہے۔

هُوَ الَّذِیۡ خَلَقَ لَکُمۡ مَّا فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا ـــــ

اور انسان کو فقط اپنی عبادت کرنے کے لئے پیدا فرمایا ہے۔

وَمَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَالۡاِنۡسَ اِلَّا لِیَعۡبُدُوۡنِ ۝

مقصدِ تخلیق یادِ الٰہی ہے جس کے مختلف طریقے ہیں۔

نماز۔ روزہ۔ عبادات و ذکر اذکار وغیرہ۔ معاملات کی درستگی، ہر ایک حق دار کا حق ادا کرنا انسان پر فرض ہے۔

ساری کائنات اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتی ہے پودے، گھاس، پتے ذکر کرتے ہیں۔ حضرتؒ ایک بزرگ کا واقعہ سنایا کرتے تھے کہ وہ جنگل میں رفع حاجت کرنے کے لئے گئے۔ تو دیکھا کہ پودے ذکرِ الٰہی کر رہے ہیں۔ تو انہوں نے پودوں سے مخاطب ہو کر کہا۔ کہ اللہ کے لئے تھوڑی دیر کے لئے خاموش ہو جاؤ تاکہ میں فارغ ہو جاؤں۔ مجھے شرم آتی ہے کہ میں رفع حاجت کروں اور تم ذکر کر رہے ہو۔ اس کو سمجھنے کے لئے ایک مثال سنئے:-

اگر آپ افریقہ والوں کی زبان سے ناواقف ہیں تو وہ اپنی زبان میں اللہ تعالیٰ کی یاد کریں تو آپ کو علم نہیں ہوگا۔ اور نہ ہی آپ انکار کر سکتے ہیں۔ اسی طرح جس زبان میں یا جس حالت میں پودے، گھاس، درخت، جانور وغیرہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں۔ اس زبان کو جاننے والا ہی بتا سکتا ہے کہ وہ ذکر کر رہے ہیں۔ دوسروں کو علم نہیں ہوگا اور نہ ہی اس کا انکار کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں وَاِنۡ مِّنۡ شَیۡءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمۡدِہٖ (الآیہ) کہ دنیا کی ہر شے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتی ہے۔

البتہ انسان اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل رہتا ہے۔ اگر یہ ذکرِ الٰہی کی کثرت سے اپنی اصلاح کرے تو یقیناً یہ فرشتوں سے بھی افضل بن سکتا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی کا اصل حصہ یادِ الٰہی ہے۔ جہاں حضورؐ نے معاشرتی اصول سکھائے معاملات کی درستگی کے طریقے بتائے جنگوں میں حصہ لے کر کفار و مشرکین کو شکست دی اور میدان کے غازی بنے۔ وہاں حضورؐ راتوں کو عبادت الٰہی کرتے گذارتے تھے۔ نماز پڑھتے پڑھتے پاؤں میں ورم آجاتا۔

ہر دم ذکرِ الٰہی کرتے۔ کھانا کھانے سے پہلے دعا پڑھتے۔ کھانے کے بعد ذکر کرتے، سواری پر چڑھتے وقت اور اترتے وقت، رات کو سوتے وقت اور صبح کو جاگتے وقت، پانی پینے کے وقت الگ دعا، دودھ پینے کے وقت الگ دعا ـــــ غرض ہر حال میں ذکرِ الٰہی میں شاغل رہتے اور امت کو بھی یہی تلقین ہے۔ کہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول رہو۔ ہر وقت ذکر و فکر کرتے رہو۔ ذکر و فکر ہی کو کمال درجہ عطا فرمایا۔ ذکر کرتے وقت اللہ تعالیٰ سے براہِ راست ہمکلام ہوتے ہیں۔

اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ۔ التحیات میں اللہ تعالیٰ سے باتیں کرتے ہیں۔

فکر کرنے سے اللہ تعالیٰ کی قدرت و رحمت کے خزانے افشا ہوتے ہیں۔ انسان اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کو دیکھ کر دنگ رہ جاتا ہے۔ اور مجبوراً اسے اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکنا پڑتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا احسان و شکر ہے کہ اُس نے ہمیں دولتِ ایمانی سے نواز کر ہمیں اہلِ حق کے ساتھ وابستہ ہو کر ذکرِ الٰہی کی توفیق عطا فرمائی۔

ذکرِ الٰہی کو عام کریں۔ گھروں میں ذکر کی عادت ڈالیں۔ دوستوں، ساتھیوں کو اس کی تبلیغ کریں۔

حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ ذکرِ الٰہی کی برکت سے گھر کی ضروریات پوری ہوں گی۔ دلوں میں اطمینان تعلقات خوشگوار اور آپس میں محبت و الفت پیدا ہوگی اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ پیدا ہوگا۔

حضرت امروٹیؒ فرمایا کرتے تھے کہ انگریز کی گولی سے پہلے اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوگی۔ اتنا زیادہ ذکرِ الٰہی کی برکت سے ان کو اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ تھا دنیا میں اگر کوئی گہرا اور پکا دوست ہو تو اس کے بھروسہ پر کتنی باتیں کہہ دیتے ہیں۔ تو جس کا اللہ تعالیٰ دوست بن جائے۔ جو ساری کائنات کا خالق و مالک ہے تو ان کی بات کیسے اللہ تعالیٰ نامنظور فرمائیں گے۔

اگر ہم اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہے تو نیک لوگوں کے ساتھ وعدے کئے ہوئے ہمارے ساتھ بھی پورے ہوں گے انشاء اللہ۔ اور ایسے لوگوں کو کسی قسم کا خوف و رنج نہ ہوگا۔

الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیهم ولا هم یحزنون۔

ذکرِ الٰہی کثرت سے کرنے والے ہی اولیاء اللہ کی کڑی میں شامل ہیں۔ اگر خدانخواستہ ذکرِ الٰہی سے غافل رہے تو خسر الدنیا والاٰخرۃ والاحساب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ رکھے۔

دعا کرتے ہیں۔ کہ اللہ اپنی کثرت سے یاد کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ خاتمہ ایمان کامل پر فرمائے آمین! و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین۔

نوشہرہ چھاؤنی میں مجلسِ ذکر

جانشینِ شیخ التفسیرؒ حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی کے ارشاد کے مطابق جامع مسجد نوشہرہ چھاؤنی میں ہر جمعرات کو نماز مغرب کے بعد محترم احمد عبد الرحمٰن صاحب صدیقی اللہ کا ذکر کراتے ہیں۔ نوشہرہ چھاؤنی اور اس کے قرب و جوار کے حضرات اس مجلسِ ذکر میں شریک ہو کر عند اللہ ماجور ہوں۔

(ادارہ)

خطبہ یوم الجمعہ ۲۱ر محرم الحرام ۱۳۸۳ھ مطابق ۱۴ر جون ۱۹۶۳ء

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ اَمَّا بَعْدُ

"صبر" ہر نیک صفت کی جڑ ہے

جانشینِ شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ صاحب انور مدظلہ العالی

بزرگانِ محترم!

میں گذشتہ کئی جمعوں سے اللہ والوں کی تعلیمات کا حاصل اور نچوڑ آپ حضرات کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔ میرا یقین ہے کہ میرے جو بھائی، بزرگ، مائیں، بہنیں اور عزیز ان باتوں کو سمجھیں گے اپنے پلے باندھیں گے اور ان پر عمل کریں گے ـــ انشاء اللہ العزیز اللہ کے دربار میں سرخرو ہوں گے دونوں جہان کی کامیابی ان کے قدم چومے گی۔ اور وہ یقیناً اللہ کے فضل سے جنت میں انعاماتِ خداوندی کے ابدی مزے لوٹیں گے۔ لیکن اے برادرانِ عزیز! جب بھی کوئی نیک کام کیا جائے یا کسی عظیم مقصد کے لئے سامانِ سفر باندھ کر انسان منزل کی طرف روانہ ہو تو راستے میں طرح طرح کی تکلیفوں، مصیبتوں اور رکاوٹوں کا پیش آنا لازمی ہے، قدم قدم پر ڈاکوؤں اور رہزنوں سے پالا پڑنا لابدی ہے ـــ قسم قسم کے خطرات سے دوچار ہونا غیر یقینی نہیں اور پھر منزلِ مقصود کے حصول کے لئے عشق کے گھوڑے پر سوار ہو کر چلنا تو جان جوکھوں کا کام ہے۔ اس راہ میں جان، مال، عزت آبرو غرضیکہ ہر چیز کی قربانی دینا پڑتی ہے۔ اسی لئے کسی نے کہا ہے ؎

ترکِ مال و ترکِ جان و ترکِ سر
در طریقِ عشق اول منزل است

صبر کے معنی

چنانچہ اے برادرانِ عزیز! جب بھی انسان منزل کے لئے قدم بڑھائے اور کسی عظیم کام کا بیڑہ اٹھائے تو اسے وہ کام کسی گھبراہٹ کے بغیر جی لگا کر کرنا چاہئے۔ راہ میں کوئی مصیبت آ پڑے تو اسے بغیر گھبراہٹ کے جھیلنا چاہئے۔ محنت سے جی نہ چرانا چاہئے۔ آلام و تکالیف کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کرنا چاہئے اور راستہ کی رکاوٹوں کو دور کرتے ہوئے آگے بڑھنا چاہئے ـــ یعنی دوسرے لفظوں میں اسے صبر کرنا چاہئے۔ صبر کے معنی ہی یہ ہیں کہ انسان تنگی اور ناخوشگواری کی حالت میں اپنے کو گھبراہٹ سے روکے مشکلات اور تکالیف کا پامردی سے مقابلہ کرے۔ نفسانی خواہشات کو عقل پر غالب نہ آنے دے اور اپنی منزل کی طرف باوجود مصیبتوں اور رکاوٹوں کے بڑھتا رہے۔

محترم حضرات! اب چونکہ طلبِ حق اور وصول الی اللہ کی راہ میں بھی انسان کو مذکورہ خطرات سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ قدم قدم پر خواہشاتِ نفسانی اور لذات و شہوات کے بندھن توڑتے ہوئے آگے بڑھنا پڑتا ہے۔ زر و مال اور دنیا کی محبت سے مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ مجاہدہ و ریاضت کی منزلوں سے گزرنا ہوتا ہے۔ اور صرف اللہ جل شانہٗ کو مقصود بالذات سمجھ کر ماسوا اللہ ہر چیز سے کٹنا پڑتا ہے۔ اور اس راہ میں مال، بیوی، اولاد اور دنیا کی محبت قدم قدم پر راستہ گھیرے ہوئے کھڑی رہتی ہے۔ چنانچہ "وصول الی اللہ اور فنا فی اللہ" کی منزل پر پہنچنے کے لئے تو کہیں زیادہ صبر کی ضرورت ہے۔ اسی لئے یہ عاجز آج

"صبر ـ ہر نیک صفت کی جڑ ہے"

کے عنوان سے اپنی معروضات پیش کر رہا ہے ـ

قرآن عزیز میں ارشادِ ربانی ہے۔ اللہ جل شانہٗ فرماتے ہیں :ـ

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ط اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ۝

(پارہ ۲ ـ سورہ بقرہ ـ آیت ۱۵۳)

ترجمہ:ـ اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد لیا کرو۔ بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

آیت مذکورہ میں اللہ کی مدد حاصل کرنے کے دو طریقے ارشاد ہوئے ہیں۔

اوّل یہ کہ مشکلات اور مصیبتوں میں صبر کرو ـــ دوم یہ کہ نماز باقاعدگی سے پڑھتے رہو۔ یعنی مشکلات کے ہجوم اور مصائب کی کثرت کے وقت بھی اللہ جل شانہٗ سے تعلق جڑا رہے اور کسی حال میں بھی اُس مشکلکشائے حقیقی سے رشتہ ٹوٹنے نہ پائے ـــ پھر وہ سر جو جھکے تو اسی پر، سجدہ ہو تو اسی کے حضور، جھکیں تو اُسی کے آگے اور گریں تو فقط اُسی کے سامنے ـــ

کسے نہیں معلوم؟ اور کون اس حقیقت سے انکار کر سکتا ہے؟ کہ کسی بڑی ہستی اور پُرقوت ہستی سے تعلق جڑ جانے کے بعد دل کو کس قدر تقویت حاصل ہوتی ہے۔ شدید بیماری کے وقت کسی بڑے ڈاکٹر کا آنا اگر انسان کی ٹوٹی ہوئی آس کو جوڑ سکتا ہے ـ اور دریا میں ڈوبتے ہوئے شخص کو کشتی اور ملاح کا سہارا نظر نہ آنے سے دوبارہ زندگی کی کرن دکھائی دے سکتی ہے تو اس شخص کی تقویتِ قلب، تسکینِ خاطر اور اپنی حفاظت کے یقین کا کیا کہنا جس کے دل کا ربط اور تعلق ہر گھڑی دیکھنے اور ہر حال کے جاننے والے ناصرِ حقیقی اور محافظِ حقیقی سے قائم ہو جائے۔ پھر یہاں تو اس آیت میں اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے صبر کرنے والوں سے اپنی معیت کا اعلان فرمایا ہے۔ (ان اللہ مع الصابرین) یعنی جو لوگ اپنے مقصد کی پیروی میں پیش آنے والی مشکلات پر صبر کریں گے۔ انہیں اللہ کی خاص معیت اور رفاقت نصیب ہوگی۔

یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ایک معیتِ عامہ ہے جو بذریعہ علم و احاطہ ہوتی ہے اور ایک معیتِ خاصہ ہے جس کا نتیجہ حفاظت و نصرت اور تائیدِ الٰہی ہوتا ہے۔ اس آیت میں معیتِ خاصہ ہی کا ذکر ہے بہر حال ظاہر ہے کہ جس فرد یا جماعت کے ساتھ اللہ ہو۔ وہ کبھی اپنے مقصد میں ناکام نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ ہمیں بھی اپنے اندر یہ صفتیں پیدا کر لینی چاہئیں تاکہ معیتِ الٰہی کے شرف سے ہم بہرہ ور ہوں۔

اس جگہ یہ حقیقت بھی انسان کی نگاہوں سے اوجھل نہ ہونی چاہیے کہ صبر کے یہ معنی نہیں۔ کہ جو امور طبعی اور بشری ہیں ان کے آثار کو بھی اپنے اوپر طاری نہ ہونے دیا جائے۔ بھوک کے وقت مضمحل اور نڈھال ہو جانا، درد کی تکلیف سے بے چینی ہونا، عزیزوں اور قریبیوں کی موت پر آنکھوں سے آنسوؤں کا بے اختیار بہہ نکلنا وغیرہ میں سے کوئی شے بھی صبر کے منافی نہیں اور نہ بے صبری میں داخل ہے ـــ قرآنی فرمان کا مطلب صرف اس قدر ہے کہ ہجومِ مشکلات کے وقت گھبرا نہ جاؤ، ثابت قدم رہو، عقل کو نفس پر غالب رکھو، مغلوب نہ ہونے دو اور دل قابو میں رکھو۔ خود دل کے بس میں نہ آ جاؤ ـــ

محترم حضرات :

جہاں تک صبر کے لغوی معنی کا تعلق ہے اس کے معنی حبس (روک) ہیں۔ محاورہ ہے قُتِلَ فُلَانٌ صَبْرًا۔ فلاں شخص باندھ کر مارا گیا ـــ آیت ذیل میں بھی یہی معنی ہیں :

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ۔

(کہف آیت ۲۸)

ترجمہ: اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ ساتھ رکھئے جو اپنے ربّ کو صبح وشام پکارا کرتے ہیں اور صرف اسی کی ذات کے خواستگار ہوتے ہیں۔

اصطلاح میں صبر کو اس لئے صبر کہتے ہیں کہ اس میں بھی دل کو گریہ وزاری سے، زبان کو شکوہ سے اور جوارح کو بے قراری سے روک لینا ہوتا ہے۔ ان معنی کے پیشِ نظر صبر کی تین اصناف ہیں۔

۱۔ اطاعت الٰہی پر صبر
۲۔ معصیت الٰہی سے صبر
۳۔ امتحان الٰہی پر صبر

اول اور دوم اصناف میں انسان کے کسب کا بھی دخل ہے۔ مگر تیسری صنف میں کسبِ انسانی کو کوئی دخل نہیں۔

سیّدنا یوسف علیہ السلام کے حالات پر غور کرتے ہوئے کہہ سکتے ہیں کہ باپ کی جدائی پر صبر اور چاہ میں گرا دئے جانے پر صبر بھی مقاماتِ صبر میں سے ہیں۔ مگر امراۃ العزیز کی بات پر انکار کرنا صبر کی اعلیٰ قسم تھا۔ خصوصاً جب امورِ ذیل کو بھی زیرِ نظر رکھا جائے۔

(۱) جوانی (۲) خالی مکان (۳) مجرّدی (۴) نفس کے مطابق خواہش کا ہونا (۵) بے وطنی ـ جہاں نہ خویش و اقارب کا دباؤ ہوتا ہے اور نہ ان کی طرف سے حیا ہوتی ہے (۶) محکومی (۷) حسین عورت کی ذاتی درخواست (۸) اس درخواست کے ساتھ ہر قسم کا مکر وفریب (۹) لالچ اور خوشامد (۱۰) دھمکی۔ یہ سب ایسی چیزیں ہیں جن کی موجودگی صدیق کے منصبِ صبر کو نہایت بلند کر دینے والی ہیں۔ (رحمۃ للعالمین جلد سوم)

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ طاعات پر صبر کا درجہ سب سے اکمل و افضل ہے۔ کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک طاعت کا فعل گناہ چھوڑ دینے یعنی ترک معصیت سے زیادہ محبوب ہے۔ عدم طاعت تو بغاوت ہے اور بغاوت کا نقصان گناہ سے کہیں بڑھ کر اور سنگین ہے۔

بعض عارفوں کا کہنا ہے کہ صبر کے تین درجے ہیں۔ ایک شکایت اور گلہ کو چھوڑ دینا۔ اسے صبرِ جمیل کہتے ہیں اور یہ تائبوں کا درجہ ہے۔ دوسرے تقدیرِ الٰہی پر راضی رہنا۔ یہ درجہ زاہدوں کا ہے۔ تیسرا خدا کے کام سے محبت رکھنا خواہ اپنے موافق ہو یا مخالف اور یہ درجہ صدیقوں کا ہے۔

بزرگوں نے لکھا ہے۔ صبر کی تین حالتیں ہیں (۱) صبر باللہ (۲) صبر للہ (۳) صبر مع اللہ

صبر باللہ کے معنی یہ ہیں کہ صبر اپنے نفس کے لئے نہ ہو بلکہ اللہ کے لئے ہو۔ جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے۔

وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللّٰهِ

صبر کیجئے اور آپ کا صبر تو اللہ ہی کے لئے ہے۔

۲۔ صبر للہ کے معنی یہ ہیں کہ صبر کا باعث محبت الٰہی اور ارادہ تقرّبِ الٰہی ہو۔ نہ قوتِ نفس کا اظہار ہو اور نہ خلق خدا میں تعریف کرنے کا شوق ہو۔

۳۔ صبر مع اللہ کے معنی یہ ہیں کہ بندہ اپنے نفس کو اوامرِ الٰہی اور محارمِ الٰہی کا مطیع بنادے جہاں چلنے کا حکم ہو چل پڑے جہاں رُک جانے کا حکم ہو رک جائے۔ یہ صبر بالاتفاق صدیقین کا ہے۔ اور یہی سخت ترقسم صبر کی ہے۔

کہتے ہیں ایک شخص نے حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا "کون سا صبر اہل صبر کے لئے سب سے زیادہ سخت ہے؟" آپ نے کہا "صبر فی اللہ" (اللہ کی راہ میں صبر کرنا) اُس نے کہا "نہیں"۔ فرمایا "صبر للہ (اللہ کی خاطر صبر کرنا) اس نے کہا "نہیں" آپ نے فرمایا "صبر مع اللہ" (اللہ کی معیّت کا مشاہدہ کرتے ہوئے صابر رہنا) اُس نے پھر کہا "نہیں"۔ آپ نے فرمایا "پھر کون سا ہے؟" اس نے کہا "صبر عن اللہ" (اللہ کو دیکھتے ہوئے صبر کرنا) اس پر حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک چیخ ماری اور قریب تھا کہ اس کی وجہ سے ان کی رُوح نکل جاتی۔

حضرت جنید بغدادی قدس سرہٗ کا ارشاد ہے آپ نے فرمایا "دنیا سے آخرت کی طرف چل دینا مومن پر آسان اور سہل ہے۔ مگر خدا کی راہ میں مخلوق کو چھوڑ دینا مشکل ہے۔ اور نفس کو چھوڑ کر خدا کی جانب رجوع کرنا مشکل تر ہے۔ اور صبر مع اللہ" مشکل ترین ہے۔ گویا "صبر مع اللہ" کا درجہ سب سے بلند ہے۔

سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد گرامی ہے کہ صبر ایمان سے اس طرح وابستہ ہے جس طرح سر بدن سے۔ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ آپ نے فرمایا "صبر نام ہے اللہ کی ناپسند چیزوں سے دور رہنے کا اور مصائب کے غموں کو گھونٹ گھونٹ پینے کا اور باوجود تنگیٔ معاش کے بے نیازی ظاہر کرنے کا۔

خواجہ جُنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے صبر کی بابت پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا "صبر تو کڑوی سے کڑوی دوا کو گھونٹ گھونٹ پینا ہے۔ وہ بھی اس طرح کہ پیشانی پر بل نہ آنے پائے۔

یحییٰ ابن معاذ کہتے ہیں کہ زاہدین کے صبر سے محبین کا صبر زیادہ سخت ہوتا ہے یعنی یار سے صبر ہونا بہت زیادہ تعجب کا موجب ہے۔

اَلصَّبْرُ یُجْمَلُ فِی الْمَوَاطِنِ کُلِّهَا
اِلَّا عَلَیْكَ فَاِنَّهٗ یُجْمَلُ

کُل مقامات پر صبر کرنا اچھا ہے مگر تجھ سے صبر کرنا کسی طرح پسندیدہ نہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الادب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضور سے دریافت کیا گیا۔ کہ ایمان کیا ہے؟ حضورؐ نے فرمایا۔ اَلصَّبْرُ وَالسَّمَاحَةُ۔ یعنی صبر اور سیر چشمی۔

حدیث میں آیا ہے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ جب میرے بندوں میں سے کسی بندہ پر مصیبت آپڑتی ہے۔ اُس کے بدن میں یا مال وجان میں یا اولاد میں۔ پھر وہ اس کا استقبال صبر جمیل سے کرتا ہے تو مجھے قیامت کے دن شرم آئے گی کہ میں اس کے اعمال تولنے کے لئے ترازو کھڑی کروں یا اس کا اعمالنامہ کھولوں ـــــ قرآن عزیز میں ربّ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔ اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ ۝ (صبر والوں کو ان کا پورا پورا اجر بلا حساب دیا جائے گا۔

غرضیکہ صابرین کے لئے بڑے بڑے انعامات کا وعدہ ہے۔ اور قرآن عزیز میں (۹۰) مقامات پر صبر کا ذکر صبر کی اہمیت کی وجہ سے کیا گیا ـــــ کیونکہ اس کے بغیر آدمی اپنے مقاصد میں کامیاب ہو ہی نہیں سکتا۔

حضورؐ کی سیرت کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں کہ حضورؐ نے احکام الٰہی کی تبلیغ اہل ایمان کی تعلیم اور اعلائے کلمۃ الحق کی تدبیر میں کیسا کیا مصیبتیں جھیلیں اور کن کن ہموم وغموم کو برداشت کیا ہے ـــــ کبھی حضور علیہ السلام کے آستانِ فیض پر غلاظت گرائی جاتی، کبھی راہ میں کانٹے بچھائے جاتے گڑھے کھودے جاتے۔ کبھی آپؐ کی گردن میں چادر ڈال کر چادر کو پھانسی کا رسّہ بنایا جاتا۔ آپؐ پر پتھر برسائے جاتے۔ قرأت قرآن سے آپؐ کو روکا جاتا۔ شعب ابی طالب میں آپؐ کو محصور رہنا پڑا ـــــ دندان مبارک شہید کرانے پڑے۔ مگر کوئی بڑی سے بڑی روکاوٹ اور مصیبت آپؐ کی راہ نہ روک سکی ـــ یہ آپؐ ہی کا حوصلہ تھا اور حضورؐ ہی کا دل تھا کہ آپؐ نے اس قدر صبر کیا اور مخالفوں تک کے لئے دعائیں کیں اور یہ آپؐ ہی کا ارشاد گرامی ہے کہ الصبر ردائی صبر میرا لباس ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حضورؐ کے اسوہ پر چلنے اور دینِ حق کی راہ میں جان جوکھوں میں ڈالنے اور صبر کی توفیق دے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

اور یہی وہ اسوۂ حسنہ ہے جس پر چل کر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ بے پناہ قوتِ جرأت اور بے خوفی کے مالک بن گئے تھے اور انہیں کوئی طاقت دین کی راہ میں عمل پیرا ہونے، پیغام حق سنانے اور مجاہدہ وریاضت سے نہ باز رکھ سکتی تھی اور نہ ان کی راہ میں روک بن سکتی تھی۔

یہی چیز ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ میں حضورؐ اور صحابۂ کرام کے اتباع کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے بدرجۂ اتم ودیعت فرما رکھی تھی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان کی راہ میں چلنے کی توفیق عطا فرمائے ـــــ

انسانی زندگی کے دو رُخ (۲)

محمد شفیع عمر الدین — میرپور خاص

ایک وُہ خوش نصیب اور دور اندیش حضرات ہیں جو آخرت کے طالب ہیں۔ آخرت کی کھیتی کے آباد کرنے میں کوشاں ہیں۔ ان کی تگ و دو آخرت کی بھلائی کے لئے ہے۔ نیک اعمال کی بجاآوری سے انہیں آخرت کا ثواب مقصود ہے وہ یہ جانتے ہیں کہ لَا عَیْشَ اِلَّا عَیْشَ الْاٰخِرَۃِ حقیقی زندگی اگر کوئی ہے تو صرف آخرت کی زندگی ہے۔

دوسرے وہ کوتاہ اندیش بندے ہیں جو دنیا کے طالب ہیں۔ دنیا کی کھیتی سرسبز اور شاداب دیکھنا چاہتے ہیں۔ اپنے اعمال کا اجر دنیا میں ہی چاہتے ہیں۔ دنیاوی زندگی کے گردفر کی بھول بھلیوں میں زندگی کا مقصد کھو بیٹھے ہیں۔

حالانکہ

دنیاوی زندگی آخرت کی زندگی کے مقابلے میں کوئی معنیٰ نہیں رکھتی۔

حدیث ۔ مَا الدُّنْیَا فِی الْاٰخِرَۃِ اِلَّا کَمَا یَجْعَلُ اَحَدُکُمْ اِصْبَعَہٗ السَّبَّابَۃَ فِی الْیَمِّ فَلْیَنْظُرْ بِمَ تَرْجِعُ

(مشارق الانوار بحوالہ مسلم)

ترجمہ:۔ دنیا (کی زندگی) آخرت کے مقابلہ میں سوائے اس کے نہیں جیسے کوئی شخص اپنی شہادت کی انگلی دریا میں ڈبوئے۔ پھر دیکھے کہ کس قدر پانی لگا لائے گی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

مِنْکُمْ مَّنْ یُّرِیْدُ الدُّنْیَا وَ مِنْکُمْ مَّنْ یُّرِیْدُ الْاٰخِرَۃَ ج (آل عمران۔ آیت ۱۵۲)

ترجمہ:۔ بعض تم میں سے دنیا چاہتے تھے اور بعض تم میں سے آخرت کے طالب تھے۔

حاصل

یہ نکلا کہ انسانوں کی دو قسمیں ہیں:۔

۱۔ دنیا کے مال و متاع کے طالب۔

۲۔ آخرت کی بھلائی کے طالب۔

اب دونوں قسموں کے طالبوں کی محنتوں کے نتائج کا حال سنئے:۔

طالب کا انجام

وَمَنْ یُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْیَا نُؤْتِہٖ مِنْھَا ج وَ مَنْ یُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَۃِ نُؤْتِہٖ مِنْھَا ط وَ سَنَجْزِی الشّٰکِرِیْنَ ○

(آل عمران آیت ۱۴۵)

ترجمہ:۔ اور جو شخص دنیا کا بدلہ چاہے گا ہم اسے دنیا ہی میں دیں گے۔ اور جو آخرت کا بدلہ چاہے گا۔ ہم اسے اس میں سے دیں گے۔ اور ہم شکر گذاروں کو جزا دیں گے۔

یعنی

اس کو آخرت میں یقیناً بدلہ ملے گا۔ اس آیت کے پہلے جملہ میں ان لوگوں پر تعریض ہے جنہوں نے مال غنیمت کی طمع میں حکم عدولی کی۔ اور دوسرے میں اُن کا ذکر ہے جو برابر فرمانبرداری پر ثابت رہے۔

یعنی جو لوگ اس دنیا میں ثابت قدم رہیں گے ان کو دین بھی ملے گا اور دنیا بھی۔ لیکن جو کوئی اس نعمت کی قدر جانے۔

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رح

حاصل

یہ نکلا کہ آخرت کا چاہنا یہ ہے کہ دین اسلام کے احکام پر چلا جائے۔ دین اسلام پر ثابت قدم رہنے کا ثمرہ یہ ملے گا کہ ان کی دنیا کی زندگی بھی اچھی طرح بسر ہوگی اور آخرت بھی بھلی ہوگی۔

آخرت کے لئے کوشش

وَ مَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَۃَ وَ سَعٰی لَھَا سَعْیَھَا وَ ھُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِکَ کَانَ سَعْیُھُمْ مَّشْکُوْرًا ○ (بنی اسرائیل آیت ۱۹)

ترجمہ:۔ اور جو آخرت چاہتا ہے۔ اور اس کے لئے مناسب کوشش بھی کرتا ہے۔ اور مومن بھی ہے تو ایسے لوگوں کی کوشش مقبول ہوگی۔

یعنی

جس کے دل میں ایمان و یقین موجود ہو اور نیک نیتی سے خدا کی خوشنودی اور ثواب اُخروی کی خاطر پیغمبرؐ کے بتلائے ہوئے راستہ میں عملی دوڑ دھوپ کرے۔ اس کی کوشش ہرگز ضائع ہونے والی نہیں۔ یقیناً بارگاہِ احدیت میں حسنِ قبول سے سرفراز ہو کر رہے گی۔ (حضرت مولٰنا عثمانیؒ)

عملی دوڑ دھوپ کا انجام

وَاَنَّ سَعْیَہٗ سَوْفَ یُرٰی ○ (النجم آیت ۴۰)

ترجمہ:۔ اور یہ کہ اس کی کوشش جلد دیکھی جائے گی۔

یہ کوشش بارآور ہوگی:۔

ثُمَّ یُجْزٰىہُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰی ○

(النجم آیت ۴۱)

ترجمہ:۔ پھر اسے پورا بدلہ دیا جائے گا۔

انہیں رہنے کے لئے جنت عطا ہوگی:۔

(۱) وُجُوْہٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَۃٌ ○ لِّسَعْیِھَا رَاضِیَۃٌ ○ فِیْ جَنَّۃٍ عَالِیَۃٍ ○ لَّا تَسْمَعُ فِیْھَا لَاغِیَۃً ○ فِیْھَا عَیْنٌ جَارِیَۃٌ ○ فِیْھَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَۃٌ ○ وَّ اَکْوَابٌ مَّوْضُوْعَۃٌ ○ وَّ نَمَارِقُ مَصْفُوْفَۃٌ ○ وَّ زَرَابِیُّ مَبْثُوْثَۃٌ ○ (الغاشیہ ۸ تا ۱۶)

ترجمہ:۔ کئی منہ اس دن ہشاش بشاش ہوں گے۔ اپنی کوشش سے خوش ہوں گے۔ اونچے باغ میں ہوں گے۔ وہاں کوئی لغویات نہیں سنیں گے۔ وہاں ایک چشمہ جاری ہوگا۔ وہاں ان کے اونچے اونچے تخت ہوں گے۔ اور آبخورے سامنے چنے ہوئے۔ اور گاؤ تکیے قطار لگے ہوئے۔ اور مخملی فرش بچھے ہوئے۔

(۲) وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِیْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ ج لَھُمْ مَّا یَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّھِمْ ط ذٰلِکَ ھُوَ الْفَضْلُ الْکَبِیْرُ ○

(الشوریٰ آیت ۲۲)

ترجمہ:۔ اور جو لوگ ایمان لائے۔ اور نیک کام کئے۔ وہ بہشت کے باغوں میں ہوں گے۔ انہیں جو چاہیں گے اپنے رب کے ہاں سے ملیگا یہی وہ بڑا فضل ہے۔

آخرت کی کھیتی

لہٰذا (الدنیا مزرعۃ الآخرۃ) دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ جو اس جہان میں بوتے ہو وہی کاٹتے ہو۔ بعینہٖ آخرت میں ایمان اور اچھے اعمال کا ثمرہ بھلا ہوگا۔

از مکافاتِ عمل غافل مشو

گندم از گندم بروید جو ز جو

مَنْ کَانَ یُرِیْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَۃِ نَزِدْ لَہٗ فِیْ حَرْثِہٖ ج وَ مَنْ کَانَ یُرِیْدُ حَرْثَ الدُّنْیَا نُؤْتِہٖ مِنْھَا وَ مَا لَہٗ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنْ نَّصِیْبٍ ○ (الشوریٰ آیت ۲۰)

ترجمہ:۔ جو کوئی آخرت کی کھیتی کا طالب ہو ہم اس کے لئے اس کی کھیتی میں برکت دیں گے اور جو دنیا کی کھیتی کا طالب ہو اسے (بقدر مناسب) دنیا میں دیں گے اور آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں ہوگا۔

حاشیہ شیخ الاسلام حضرت مولنا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ۔

ایک نیکی کا دس گنا ثواب دیں بلکہ سات سو

گنا۔ اور اس سے بھی زیادہ۔ اور دنیا میں ایمان اور عمل صالح کی برکت سے جو فراخی و برکت ملے وہ الگ رہی۔

دنیا کے واسطے جو محنت کرے موافق قسمت کے ملے۔ پھر اس محنت کا فائدہ آخرت میں کچھ نہیں۔ کما قال اللہ تعالےٰ:۔

عَجَّلْنَا لَهُ فِيهَا مَا نَشَاءُ لِمَن نُّرِيدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ۔

(بنی اسرائیل ع ۲)

لہذا

اللہ تعالےٰ اپنے احکام اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام پر چل کر دین پر ثابت قدم رہنے والوں کو دنیا کی نعمتیں دے کر نوازتا ہے۔ اور آخرت میں بھی ان کے دائمی راحت و سرور اور جنت کی نعمتیں ہیں:۔

مَن كَانَ يُرِيدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِندَ اللَّهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ سَمِيعًا بَصِيرًا ۝

(النساء۔ آیت ۱۳۴)

ترجمہ:۔ جو شخص دنیا کا ثواب چاہتا ہے۔ تو اللہ کے ہاں دنیا اور آخرت کا ثواب ہے۔ اور اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ "یعنی سب مل کر شرع پر قائم رہو۔ تو اللہ دنیا بھی دے اور آخرت بھی"۔

لہذا

دین و دنیا اور اس جہان اور آخرت کی بھلائیاں حاصل کرنے کا یہی دستور العمل ہے کہ دین کو ہم مضبوطی کے ساتھ پکڑے رہیں۔ اور اس کے سب اوامر و نواہی پہ عمل کریں۔

مگر

افسوس دنیا کی تگ و دو میں ہم اس حقیقت کو فراموش کر دیتے ہیں۔ اور صرف حصولِ دنیا کو مقصدِ حیات بنا لیتے ہیں۔ اور اس بے جا روی کے انجام کو بھول جاتے ہیں۔

طالب دنیا کا بد انجام

(۱) مَن كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهُ فِيهَا مَا نَشَاءُ لِمَن نُّرِيدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ يَصْلَاهَا مَذْمُومًا مَّدْحُورًا ۝ (بنی اسرائیل آیت ۱۸)

ترجمہ:۔ جو کوئی دنیا چاہتا ہے تو ہم اسے سر دست دنیا میں سے بھی جس قدر چاہتے ہیں دیتے ہیں۔ پھر ہم نے اس کے لئے جہنم تیار کر رکھا ہے جس میں وہ ذلیل و خوار ہو کر گرے گا۔

(۲) مَن كَانَ يُرِيدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا نُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ فِيهَا وَهُمْ فِيهَا لَا يُبْخَسُونَ ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوا فِيهَا وَبَاطِلٌ مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝

(ھود۔ آیت ۱۵-۱۶)

ترجمہ:۔ جو کوئی دنیا کی زندگی اور اس کی آرائش چاہتا ہے تو ان کے اعمال ہم یہیں پورے کر دیتے ہیں۔ اور انہیں کچھ بھی نقصان نہیں دیا جاتا۔ یہ وہی ہیں جن کے لئے آخرت میں آگ کے سوا کچھ نہیں۔ اور برباد ہو گیا جو کچھ انہوں نے دنیا میں کیا تھا۔ اور خراب ہو گیا جو کچھ کمایا تھا۔

دعا

رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝

(البقرہ۔ آیت ۲۰۱)

ترجمہ:۔ اے رب ہمارے ہمیں دنیا میں نیکی دے۔ اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔ آمین!

(مولانا ظفر علی خاں مرحوم)

پیمبرؐ عرش سے لے کر وہ دستوری نظام آیا

گجر دم آج مستوں کو یہ جاں پرور پیام آیا
کہ تم سب جس کے متوالے ہو گردش میں وہ جام آیا

قبائے ملتِ بیضا کو جن ٹکموں کی حاجت تھی
شہیدوں کے لہو کا قطرہ قطرہ اُن کے کام آیا

خدا کے تخت سے ٹکرائیں مظلوموں کی فریادیں
ستم کی روح کانپ اٹھی کہ وقتِ انتقام آیا

سواری رہ نوردِ منزلِ اسریٰ کی جب نکلی
تو جبریلِ امیں تھامے ہوئے اس کی لگام آیا

مرتّب آپ کی جس کی ہر اک شق ربِّ اکبر نے
پیمبرؐ عرش سے لے کر وہ دستوری نظام آیا

جھکا دیں گردنیں فرطِ ادب سے کج کلاہوں نے
زباں پر جب عرب کے سارباں زادوں کا نام آیا

رسول اللہؐ سے ازبسکہ نسبت خاص ہے اُن کو
مسلمانوں کے حصّہ میں خدا کا لطفِ عام آیا

دربارِ فاروق رضی اللہ عنہ کے فیصلے

حافظ محمد امین صاحب بورسٹل جیل لاہور

● فاروق اعظمؓ کا دربار لگا ہوا ہے حضرت علی مرتضیٰؓ بھی تشریف فرما ہیں۔ ایک زانیہ عورت پیش ہوتی ہے حضرت عمرؓ اسے سنگسار کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ مگر حضرت علیؓ ٹوکتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ فیصلہ درست نہیں عورت حاملہ ہے اور وضع حمل تک اس پر شرعی حد نافذ نہیں ہو سکتی۔ البتہ بچہ جننے کے بعد ہوگی۔ چنانچہ حضرت عمرؓ اپنے فیصلے پر نظر ثانی فرماتے ہیں اور کہتے ہیں "ھلک عمرو لو کان علیؓ" اگر علیؓ نہ ہوتے تو عمرؓ ہلاک ہو جاتا۔ یعنی عورت کے ابھی سنگسار کرنے میں بچے کے قتل کا گنہگار ہو جاتا جو ایک ہلاکت ہے۔ چنانچہ وضع حمل تک عورت کی سزا ملتوی ہو جاتی ہے۔ حضرت عمرؓ اور علیؓ کی محبت۔ بچہ کے قتل سے ہلاکت اور زانیہ کی سزا۔ کتنے گوشے اجاگر ہوتے ہیں۔ سوچیں اور ایمان تازہ کریں۔

● اسی طرح ایک عورت پر ایک مرد کے ساتھ مل کر اپنے شوہر کو قتل کرنے کا الزام ہے۔ عورت اور وہ آدمی دونوں کے قتل کا فیصلہ ہوتا ہے۔ مگر حضرت عمرؓ نہیں مانتے تو حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اگر ایک سے زیادہ آدمی اونٹ چوری کریں۔ اور پھر ذبح کر کے کھا جائیں تو سب کو چوری کی سزا نہ ملے گی؟ اس پر حضرت عمرؓ دونوں کے قتل پر راضی ہو جاتے ہیں۔

● جبلہ بن ایہم غسانی ایک نو مسلم سردار ہے اور پہلی بار حج کے لئے آتا ہے۔ دورانِ طواف کسی آدمی کا پاؤں اس کی چادر پر پڑ جاتا ہے۔ جبلہ تلملا کر اسے تھپڑ دے مارتا ہے۔ وہ آدمی بھی جواب میں جبلہ کو تھپڑ دے مارتا ہے۔ جبلہ ایک سردار ہوتے ہوئے اپنی یہ توہین برداشت نہیں کر سکتا۔ اور فاروق اعظمؓ کے پاس شکایت کرتا ہے۔ آپ سب ماجرا سننے کے بعد فرماتے ہیں۔ کہ تم دونوں برابر ہو۔ اگر وہ تمہارے ساتھ زیادتی کرتا تو میں اُسے سزا دیتا۔ اس پر جبلہ کہتا ہے کہ جس مذہب میں اعلیٰ اور ادنیٰ کی تمیز نہیں میں اس مذہب میں نہیں رہتا اور مرتد ہو جاتا ہے۔ مگر فاروق اعظمؓ اس چیز کی بھی پرواہ نہیں فرماتے لیکن بعد میں اسلامی مساوات سمجھ جانے پر جبلہ پھر مسلمان ہو جاتا ہے۔

● جب مسلمان بیت المقدس فتح کرتے ہیں تو وہاں کے عیسائی یہ شرط بھیجتے ہیں کہ اگر امیر المومنین حضرت عمرؓ خود تشریف لائیں تو وہ شہر مسلمانوں کے حوالے کر دیں گے۔ حضرت ابو عبیدہؓ مسلم افواج کے سالار عیسائیوں کی یہ شرط فاروق اعظمؓ کی خدمت میں لکھ بھیجتے ہیں۔ چنانچہ امیر المومنین اطلاع ملنے پر جانے کی تیاری فرماتے ہیں۔ اور ایک غلام اسلم بن برقا کو ساتھ لے کر چل پڑتے ہیں۔ سواری کے لئے آپ کے پاس ایک ہی اونٹنی ہے۔ چنانچہ ایک دن امیر المومنین اونٹنی پر سوار ہوتے اور غلام پیدل چلتا اور دوسرے دن غلام اونٹنی پر سوار ہوتا اور فاروق اعظمؓ پیدل چلتے۔ جس دن آپ کو بیت المقدس پہنچنا ہے اس دن غلام کے سوار ہونے کی باری ہے۔ غلام ہر چند اصرار کرتا ہے اور اپنی باری امیر المومنین کو دینا چاہتا ہے مگر امیر المومنینؓ نہیں مانتے اور غلام کو اونٹنی پر سوار کر کے خود مہار پکڑ کر پیدل چلتے ہیں۔ عیسائی علماء جب اسلامی مساوات کا یہ عدیم النظیر منظر دیکھتے ہیں تو یہ کہتے ہوئے شہر کی چابیاں مسلمانوں کے حوالے کر دیتے ہیں کہ ایسے شخص سے لڑنا تقدیر سے لڑنا ہے۔ چنانچہ بیت المقدس مسلمانوں کے قبضے میں آجاتا ہے۔ یہ بڑا مشہور واقعہ ہے۔

● ایک دفعہ آپ کے بیٹے عبدالرحمٰن مصر میں نبیذ (شراب) پی لیتے ہیں۔ عمرو بن العاصؓ گورنر مصر ان کو سزا دیتے ہیں مگر سزا کے تمام آداب ملحوظ نہیں رکھتے۔ یعنی بر سرِ عام سزا دینے کے علاوہ پردہ میں سزا دیتے ہیں جب فاروق اعظم کو اس معاملے کا علم ہوتا ہے تو گورنرِ مصر کو حکم دیتے ہیں کہ ان کے بیٹے (عبدالرحمٰن بن عمرؓ) کو ننگے اونٹ پر سوار کر کے دربار میں بھیجا جائے۔ چنانچہ حکم کی تعمیل کی جاتی ہے۔ جب عبدالرحمٰن مدینے پہنچتے ہیں تو فاروق اعظمؓ انہیں قید کر دیتے ہیں اور مزید سزا بھی دیتے ہیں۔ اور بعد میں آپ کے دو بیٹے اسی صدمہ کی وجہ سے وفات پا جاتے ہیں۔

● مسلمانوں کا اصول رہا ہے کہ جب وہ کسی ملک یا شہر کو فتح کرتے تو وہاں کے باشندوں کی حفاظت کے طور پر ان سے ایک ٹیکس وصول کرتے جس کو جزیہ کہا جاتا ہے۔ فاروق اعظمؓ کے زمانے میں ایک دفعہ مسلمانوں کو حمص کے مقام پر رومیوں کے مقابلہ میں کسی جنگی مصلحت کے پیشِ نظر پیچھے ہٹنا پڑتا ہے۔ تو مسلمان وہاں کے عیسائیوں سے وصول کردہ جزیہ واپس لوٹا دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ چونکہ اب ہم تمہاری حفاظت نہیں کر سکتے اور واپس ہٹ رہے ہیں۔ اس لئے ہمیں جزیہ رکھنے کا بھی حق حاصل نہیں۔ چنانچہ ایک ایک درہم واپس کر دیتے ہیں۔ مسلمانوں کے اس عدل اور رحمدلی کا عیسائیوں پر اتنا گہرا اثر ہوتا ہے کہ وہ صلیبیں اٹھا اٹھا کر دعائیں مانگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مسلمانو! خدا تمہیں جلدی واپس لائے۔ چنانچہ بعد میں رومیوں کا خطرہ ٹلنے کے بعد مسلمان ان علاقوں پر دوبارہ قبضہ کر لیتے ہیں۔ ہرقل روم وہاں کے عیسائیوں سے دریافت کرتا ہے کہ وہ مسلمانوں کی طرفداری کیوں کرتے ہیں۔ تو عیسائی جواب دیتے ہیں کہ مسلمان رحمدل، عادل، منصف مزاج اور غریبوں کا حق دلانے والے ہیں۔ اس لئے وہ تمہاری نسبت اچھے ہیں۔

بالوں کو سیاہ کرنے کی ممانعت

عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ اُتِیَ بِاَبِیْ قُحَافَةَ وَالِدِ اَبِیْ بَکْرِ نِ الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا یَوْمَ فَتْحِ مَکَّةَ وَ رَاْسُہٗ وَلِحْیَتُہٗ کَالثَّغَامَةِ بَیَاضًا۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "غَیِّرُوْا ھٰذَا وَاجْتَنِبُوا السَّوَادَ"

ترجمہ:۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے روز ابو قحافہؓ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا کے والد محترم کو پیش کیا گیا۔ اور ان کی داڑھی اور سر ثغامہ گھاس کی طرح سفید تھا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو کسی چیز سے تبدیل کر دو مگر سیاہی سے اجتناب کرو

ف:۔ سنن ابی داؤد و نسائی میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آخر زمانہ میں ایک قوم آئے گی جو سیاہ خضاب کرے گی۔ ان کو جنت کی خوشبو تک میسر نہ ہوگی۔ علماء کرام نے فرمایا ہے کہ جنت سے جو مسرور کن خوشبو آئے گی اور مسلمان اس سے بہرہ ور ہوں گے۔ یہ خضاب سیاہ لگانے والے اس سے محروم رہیں گے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ بالوں کو سیاہ خضاب کرنا حرام ہے۔

ریاض الصالحین ص ۳۲۸

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا۔ بڑھاپے کو (یعنی سفید بالوں کو) نہ نوچو۔ اس لیے کہ قیامت کے دن یہ مسلمان کا نور ہے۔

ریاض الصالحین ص ۳۴۲

(خاموش مبلغ)

نبیؐ کا پیغام گھر گھر پہنچا دو!

(قسط ۳)

رُوحانی امراض کا ہسپتال

محمد عثمان غنی بی اے — واہ کینٹ

(محلے میں ایک بہت بڑے چوہدری صاحب کا انتقال ہو گیا ہے۔ جو کہ بہت بڑے افسر بھی تھے۔ جنازہ قبرستان پہنچایا جا چکا ہے۔ قبر کے گرد سب لوگ کھڑے ہیں اور میت کو قبر میں اتارا جا رہا ہے۔ یہ منظر دیکھ کر ہر آنکھ اشکبار ہے۔ اور لبوں پر اللہ کا نام جاری ہے۔ صوفی بشیر بھی موجود ہے۔ دفن کرنے کے بعد ہر آدمی قبر پر مٹی ڈال کر پیچھے ہٹ جاتا ہے اور جب سب لوگ واپس آ جاتے ہیں۔ تو صوفی بشیر حاضرین سے پُر درد لہجہ میں خطاب کرتا ہے)

صوفی بشیر: - محترم حضرات! آج آپ نے دیکھ لیا کہ یہاں سے آخر چلے جانا ہے نہ چوہدری رہیں گے نہ بادشاہ۔ نہ فقیر نہ گدا۔ ہر ایک کو جانا ہے۔ جن کے اندر رعونت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ وہ بھی اسی اندھیری کوٹھڑی میں جا سوئیں گے۔ اور جن سروں پر تاجِ شاہی ہے۔ وہ بھی اسی جگہ پہنچیں گے۔ یہ آج ہی نہیں ہمیشہ سے ہوتا آیا ہے۔ مگر ہم اس قدر غافل ہیں کہ وقتی طور پر تو موت کا نقشہ اپنی آنکھوں سے دیکھ کر یقین کر لیتے ہیں۔ اور آنکھیں نمناک بھی ہو جاتی ہیں۔ مگر پھر بھول جاتے ہیں۔ اگر موت اور قبر یاد ہو تو آدمی کے آنسو خشک ہی نہ ہوں آدمی کسی کے ساتھ دغا نہ کرے۔ کوئی بُرا عمل نہ کرے۔ آپ نے چوہدری صاحب کی میت کو لحد میں سوتے دیکھا۔ آپ نے قبر کو بند ہوتے دیکھا۔ آپ سب نے اپنے ہاتھوں سے مٹی ڈالی۔ اور اب خدا جانے اُن کے ساتھ کیا معاملہ ہو رہا ہے۔ اگر نیک اعمال ہوں گے تو قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ بن جائے گی۔ اسی طرح ہم سب کو ایک دن قبر میں جا سونا ہے۔ کیوں نہ اس اندھیری کوٹھڑی کے لئے چراغ اور روشنی کا بندوبست کریں۔ نہ دولت ساتھ جائے گی نہ مکان نہ کوٹھیاں، نہ کاریں نہ بنگلے نہ بنک بیلنس۔ ہاں اعمالِ صالحہ کیجئے تو انشاء اللہ قبر میں روشنی ہو گی۔ اللہ تعالےٰ خوش ہوں گے۔ میں آپ کو سچ کہتا ہوں کہ بے عملی بڑی چیز ہے۔ عمل کرو گے تو نجات ہو گی۔ اللہ والوں کے پاس بیٹھو اور خدا کا راستہ معلوم کرو۔ دل میں رقت پیدا کرو۔ بحث و تکرار چھوڑ دو۔ کسی کا دل نہ دکھاؤ۔ اللہ تعالےٰ اور بندوں کے حقوق ادا کرو۔ اللہ تعالےٰ خوش ہوں گے۔ آپ ڈھونڈ نہ جائیے۔ مرحوم چوہدری صاحب کتنے بڑے عہدے پر فائز تھے۔ اور محلے میں ان کا کتنا وقار اور دبدبہ تھا۔ اُن کے جسم سے جب رُوح نکل گئی تو کام تمام ہو گیا۔ کوئی بھی نہ بچا سکا۔ ہم بھی چاہے کتنے بڑے بنتے پھریں آخر ایک دن دوسروں کے ہاتھوں مٹی میں دفن ہو جانا ہے۔ چوہدری صاحب نے مسجد تعمیر کرائی۔ اللہ کے نیک اور برگزیدہ بندوں کی صحبت اختیار کی اور اولاد کو نیک کام سکھائے۔ قرآن کی تعلیم دی! انشاء اللہ اُن کے یہ اعمال اُن کو ضرور فائدہ پہنچائیں گے۔ میں نے خود کئی بار چوہدری صاحب کو مردِ کامل کی مجلس میں ڈبڈبائی آنکھوں سے دیکھا ہے اور یہ علامت ہے دل کی صفائی کی۔ مردِ کامل چوہدری صاحب کو اکثر وظائف بھی بتلایا کرتے تھے۔ چوہدری صاحب کا بڑا بیٹا اگرچہ ایم۔اے تک پڑھا ہے مگر اللہ کا دین رگ و پے میں موجود ہے۔ قرآن و حدیث کا بھی علم ہے۔ چھوٹا لڑکا ابھی قرآن پاک حفظ کر رہا ہے۔ یہ اعمال چوہدری صاحب کے لئے صدقہ جاریہ ہیں۔ اور انشاء اللہ ان کا حشر نیکوکار لوگوں کے ساتھ ہو گا۔

ایک آدمی: - صوفی صاحب! اللہ تعالےٰ آپ کو خوش رکھے۔ آپ نے بڑے کام کی باتیں بتائی ہیں۔ مردِ کامل کہاں مل سکیں گے۔ ہم بھی اُن کی زیارت کرنا چاہتے ہیں۔

صوفی بشیر: - مردِ کامل انشاء اللہ یہیں تشریف لا رہے ہیں۔ اُن کو تعزیت کرنے کے لئے آنا ہے۔ آپ ان کو ملنا چاہیں تو تھوڑی دیر توقف فرما دیں۔

(تمام حاضرین کی آنکھیں پُرنم ہیں۔ اور مردِ کامل کے منتظر ہیں۔ چوہدری صاحب مرحوم کے گھر والے بھی غم میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ مردِ کامل سے چوہدری صاحب کا بیعت کا تعلق تھا۔ ایک کار دروازے پر آ کر رکتی ہے۔ مردِ کامل درویشانہ لباس میں ملبوس اندر تشریف لاتے ہیں۔ محفل میں مکمل خاموشی ہے۔ مردِ کامل اہلِ خانہ سے ہمدردی کا اظہار فرما کر چند ارشادات سے نوازتے ہیں۔)

مردِ کامل: - عزیزانِ گرامی! موت سے کسی ذی حیات کو رستگاری نہیں۔ میں نے بھی مرنا ہے۔ آپ نے بھی۔ یہ سفر سب کو درپیش ہے۔ باقی صرف ذاتِ باری رہے گی۔ باقی سب فانی ہیں۔ چوہدری صاحب مرحوم کو اللہ کے دین سے بڑی محبت تھی۔ اُن کو خدا نے دنیا میں بھی اعلیٰ عہدہ دیا تھا اور انشاء اللہ آخرت میں بھی وہ سرخرو ہوں گے۔ مجتہد درجہ کے تھے۔ اولاد کو اچھی تعلیم دی۔ اور تربیت بھی اچھی کی۔ مسجد بنانے والے کا گھر جنت میں بنتا ہے۔ انہوں نے یہ کارِ خیر بھی سرانجام دیا — خامیاں ہر انسان میں ہوتی ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان کی خامیوں کو معاف فرمائے۔ آمین! آپ سب لوگ بھی موت کو نہ بھلائیں۔ قبر کی چھوٹی سی جگہ وسیع ہو کر باغ بن جائے گی۔ بشرطیکہ اعمال اچھے ہوں۔ خدا اور خدا کے رسول ؐ کے احکام پر کاربند ہو کر زندگی گزاری جائے تو اللہ تعالےٰ انعامات سے نوازتا ہے۔ جن حضرات نے آج تک غفلت برتی ہے۔ اللہ تعالےٰ اُن کی خطا معاف فرمائے اور سب لوگ آئندہ سے آخرت کی فکر کرو۔ خدا ہم کو دنیا میں ہی بتا دیتا ہے کہ تم سے تمہارے اور عزیزوں کو جدا کر کے یہ بتانا مقصود ہے کہ تم کو بھی اُن کے پیچھے پیچھے آ جانا ہے — عزیزو! یہ وقت ہے۔ اب توبہ کر لو۔ پھر نہ کہنا کسی اللہ کے بندے نے خبر نہ دی تھی۔

(تمام حاضرین کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ سب مردِ کامل کا حکم مان کر توبہ کرتے ہیں۔ اور اپنے اعمال پر نظر کر کے پشیمان ہوتے ہیں۔ مردِ کامل دعا فرماتے ہیں اور اہلِ خانہ کو تسلی دے کر اجازت لیتے ہیں۔ اور رخصت ہو جاتے ہیں)

(صوفی بشیر اپنی خالہ کو ملنے کے لئے اُن کے گاؤں آیا ہوا ہے۔ گاؤں کی مسجد میں عصر کی نماز ادا کر کے گھر آ رہا ہے۔ راستے میں دو بوڑھی عورتیں بیٹھی ہیں اور اپنے اپنے بیٹوں اور بہوؤں کی شکائتیں کر رہی ہیں۔ صوفی بشیر چپکے سے سن رہا ہے۔)

ایک: - بہن! زمانہ ہی کچھ ایسا آ گیا ہے۔ کہ اولاد کو پال پوس کر جوان کرو۔ مشقت اٹھاؤ، پڑھاؤ لکھاؤ، شادی کرو۔ اور پھر اولاد پیٹھ دے جاتی ہے لڑکے اپنی بیویوں کے غلام بن جاتے ہیں۔ نہ ماں کا ادب نہ باپ کا احترام۔ میری بہو تو ایسی منہ پھٹ اور زبان دراز ہے کہ کتیا کی طرح بھونکتی رہتی ہے میں تو دن پورے کر رہی ہوں۔

دوسری: - ایک تمہاری ہی بہو ایسی نہیں ہے۔ یہاں تو آوے کا آوا ہی بگڑا ہوا ہے۔ میری کہانی سنو تو تم کہو کہ ایسی زندگی سے تو موت ہی

اچھی ہے۔ نہ تو روٹی ہی اچھی ملتی ہے۔ سوکھے ٹکڑے چبا چبا کر مسوڑھوں پر بھی درد ہونے لگتا ہے۔ گھر میں چاہے کچھ بھی پکے میرے لئے باسی روٹی ہی ہے۔ دن بھر چرخہ کات کات کے بازو درد کرنے لگتے ہیں۔ گھر کے سارے کھیس اور چادریں میری ہی ہاتھوں سے نکلے ہیں۔ نظر ہے تو خراب ہوگئی ہے۔ نہ دوائی نہ دارو۔ نہ موت آتی ہے نہ چھٹکارا ملتا ہے۔ بہو ہے تو وہ کاٹ کاٹ کھاتی ہے۔ وہ اپنے آپ کو سب سے زیادہ عقلمند سمجھتی ہے۔

(صوفی بشیر چل دیتا ہے۔ آگے جاتا ہے تو اس کی خالہ اپنی ایک پڑوسن سے باتیں کر رہی ہے۔ صوفی بشیر چپکے سے سن رہا ہے)

خالہ:۔ میری ساس مر جائے تو خلاصی ہو۔ ہر وقت ٹوکتی رہتی ہے۔ کبھی ماؤں جیسا سلوک ہی نہیں کرتی۔ جب دیکھو بڑبڑاتی رہتی ہے۔

پڑوسن:۔ کیا پوچھتی ہو تمہاری ساس تو شاید غنیمت ہو۔ میری ساس تو نری مصیبت ہے مرتی ہے نہ پیچھا چھوٹتا ہے۔ بیٹھے بٹھائے کھانا دیتی ہوں، کپڑے دھوتی ہوں، سر سے جوئیں نکالتی ہوں۔ غرضیکہ سب ضرورتیں پوری کرتی ہوں۔ پھر بھی خوش نہیں ہوتی۔ ہر وقت منہ پھلائے رکھتی ہے

(صوفی بشیر چپکے سے گزر جاتا ہے اور گھر پہنچ کر سوچنے لگتا ہے۔ آخر شام کو اپنی خالہ سے کہتا ہے۔ کہ خالہ جی! آپ اگر محلے کی عورتوں اور بڑی بوڑھیوں کو اکٹھا کر سکیں تو اللہ تعالےٰ کے چند احکام سنا دوں۔ خالہ بڑی خوش ہوتی ہے اور جلدی سے سب کے ہاں اطلاع کراتی ہے۔ کہ آج ہمارے گھر میرے بھانجے کا وعظ ہے ایک کھلے کمرے میں فرش پر کھیس بچھا دئے جاتے ہیں اور کھانا کھلا کر اور عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر سب عورتیں صوفی بشیر کی خالہ کے ہاں آ بیٹھی ہیں۔ اور صوفی بشیر اپنا مدعا بیان کرنا شروع کر دیتا ہے)

صوفی بشیر:۔ اللہ تعالےٰ کے احکام کی بجا آوری ہم سب پر فرض ہے۔ میں تو آپ سب بزرگوں سے چھوٹا ہوں۔ خالہ سے ملنے آیا تھا۔ کہا کہ چلو اپنے بزرگوں کو اللہ تعالےٰ کے احکام سنا دوں۔ اگر بات سمجھ میں آجائے تو لوح دل پر لکھ کر لے جاؤ۔ اور اس پر عمل کرو تو قبر بہشت کے باغوں میں سے باغ بن جائے گی۔ باتیں اللہ اور رسولؐ کی ہیں زبان میری ہے۔ اس لئے آپ لوگ بات کی حقیقت پر نگاہ رکھیں — میں نے کتابوں میں پڑھا ہے کہ کسی کی پیٹھ پیچھے باتیں کرنا غیبت کہلاتا ہے۔ اور اس کا بڑا سخت گناہ ہے۔ غیبت کرنے سے بڑے بڑے نقصان ہوتے ہیں — ایک تو غلط فہمیاں بڑھتی ہیں۔ دوسرے فساد کا دروازہ کھلتا ہے۔ اور تیسرے غیبت کرنے والے کے اچھے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔ اور جس کی غیبت کی جائے اُس کے حساب میں اتنی نیکیاں جمع کر دی جاتی ہیں اکثر عورتوں کو یہ مرض ہوتا ہے۔ مگر ان کو اس کا احساس نہیں ہوتا۔ جس طرح بعض لوگوں کو ٹی۔ بی ہو جاتی ہے مگر پتہ نہیں ہوتا۔ پتہ اس وقت لگتا ہے جب قبر کے قریب ہو جائے اور مرض لاعلاج ہو جائے۔ اُس وقت ڈاکٹر بھی جواب دے دیتے ہیں اس مرض یعنی غیبت کا علاج روحانی امراض کے ماہر معالج کے ہاں ہوتا ہے۔ اور چونکہ میں وہاں جاتا رہتا ہوں۔ اس لئے اس کی مہلک نشانیوں سے واقف ہوں۔ اگر ابھی سے علاج کرا لو تو بہتر ہے۔ ورنہ پھر ٹی بی کے آخری سٹیج والے مریض کی طرح ڈاکٹر جواب دے گئے تو پچھتانا پڑے گا۔ ہمارے معاشرہ میں جب بھی دو عورتیں مل کر بیٹھیں گی اُن کو سوائے غیبت کے اور کوئی کام نہیں ہوتا۔ اللہ کے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں سے اس کے متعلق صاف صاف حکم ملتے ہیں کہ یہ بہت بڑا جرم ہے۔

ایک عورت:۔ بیٹا! اگر کسی کو تکلیف پہنچے تو وہ اپنا رونا کسی ہمدرد اور غمگسار سے روئے تو یہ تو غیبت نہیں ہے نا؟

صوفی بشیر:۔ جی یقیناً غیبت ہے۔

دوسری عورت:۔ بیٹا! جب کسی کی ایسی کمزوری کا ذکر کیا جائے جو اس میں واقعی پائی جاتی ہو تو اس میں کیا حرج ہے؟ یہ تو سچی بات ہے

صوفی بشیر:۔ اماں جی! یہ ہی تو اصل غیبت ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ اگر ایک شخص کا ایسا عیب اُس کی پیٹھ پیچھے بیان کیا جائے جس کو اگر اُس کے منہ پر بیان کیا جائے تو وہ بُرا منائے تو یہ غیبت ہے۔ حالانکہ وہ عیب اس موجود بھی ہے۔ اور اگر کسی میں وہ عیب نہیں ہے اور اس کی پیٹھ پیچھے وہ بیان کیا جائے تو یہ تو بہتان ہے۔

ایک بڑھیا:۔ یہ مسئلہ تو ٹھیک ہے لیکن اگر ساس بہو کی نہ بنے تو اس کا کیا حل ہے؟

صوفی بشیر:۔ بڑی بی! یہ تو بہت بُری بات ہے۔ چھوٹوں کا فرض ہے کہ بڑوں کا احترام کریں اور خدمت کر کے اجر لیں۔ ساس بمنزلہ ماں کے ہوتی ہے اور ماں کے قدموں میں جنّت ہے — حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر کسی کے بوڑھے ماں باپ ہوں اور وہ ان کی خدمت کر کے جنتی نہ بنے تو اس سے بڑا بدنصیب کوئی نہیں — لیکن بڑی بی! چھوٹوں پر شفقت کا سبق بھی ہمارے پیارے نبیؐ نے دیا ہے۔ اگر دونوں اپنے اپنے فرائض ادا کریں تو جھگڑا ختم ہو جائے گا۔ لیکن غیبت ہرگز نہ کرنی چاہئے — چاہے چھوٹے غیبت کریں چاہے بڑے۔ دونوں گناہ کے مرتکب ہوں گے۔ اگر آپ کبھی ہمارے ہاں تشریف لائیں تو میں آپ کو مردِ کامل کی خدمت میں لے چلوں گا۔ جو ان امراض کا علاج کرتے ہیں میں تو ان کا بھی ادنےٰ غلام ہوں اور آپ کا بھی برخوردار ہوں۔ اس لئے میری اور ان کی بات میں بڑا فرق ہے۔ لیکن جو کچھ آپ نے سنا ہے یہ پیغام اللہ کا ہے اور فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ اس لئے اس کی اہمیت کو سمجھنا چاہئے

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

(سب عورتیں متاثر ہو کر اپنے اپنے گھروں کو جاتی ہیں) (باقی)

تلاش گمشدہ

(۱) محمد نعیم۔ عمر ۱۲ سال۔ رنگ گندمی۔ پتلا دبلا **کوتاہ قامت**

مدرسہ تعلیم القرآن رحیمیہ۔ مسجد سراجاں والی حسین آگاہی ملتان میں پڑھتا تھا۔ دو ماہ سے لاپتہ ہے۔ اس کی والدہ اس کے لئے بہت بے چین اور بے قرار ہے۔ اس کے دو خطوط بے پتہ لاہور سے ملتان مل چکے ہیں۔

جس صاحب کو اس کا علم ہو وہ مندرجہ ذیل پتہ پر اطلاع دے دے۔ اگر محمد نعیم خود پڑھے تو گھر چلا آئے۔ اسے کچھ نہیں کہا جائے گا۔

قریشی امیر علی ایجنٹ ہفتہ وار خدام الدین
مکان ۲۰/۳۳ حسین آگاہی ملتان

---

(۲) حافظ محمد علی برادر حافظ عبدالعزیز۔ عمر ۱۲ سال رنگ گندمی۔ شلوار اور قمیص سفید۔ سر پر سفید ٹوپی۔ پاؤں میں ہوائی چپل۔ گول چہرہ۔ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر زخم کا نشان ہے۔ قد تقریباً ۳½ فٹ ہے بروز ہفتہ مورخہ ۸ جون ۱۹۶۳ء سے لاپتہ ہے۔ اگر کسی صاحب کو اس کے متعلق علم ہو یا کسی مدرسہ میں ہو تو پتہ ذیل پر فوراً مطلع فرمائیں۔ آپ کا احسانمند ہوں گا

حافظ عبدالعزیز۔ مدرسہ تعلیم القرآن مسجد باغبانوں والی شہر ملتان

اِنَّ رَبَّکَ لَبِالْمِرْصَادِ ۝

بے شک آپ کا رب گھات میں ہے

(ایم عبد الرحمٰن لسودھیانوی شیخوپورہ)

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۝ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۝ الَّتِیْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِی الْبِلَادِ ۝
(الفجر پ ۳۰ ع ۱۴)

ترجمہ:۔ تو نے نہ دیکھا، کیسا کیا تیرے رب نے عاد کے ساتھ، وہ جو ارم میں تھے بڑے ستونوں والے، کہ بنی نہیں ویسی (عمارت) سارے شہروں میں، ——

(تفسیر) عاد ایک شخص کا نام ہے جس کی طرف یہ قوم منسوب ہوئی اس کے اجداد میں سے ایک شخص ارم نامی تھا۔ اس کی طرف نسبت کرنے سے شاید اس طرف اشارہ ہو کہ یہاں عاد سے عاد اولیٰ مراد ہے۔ عادِ ثانیہ نہیں اور بعض نے کہا کہ قوم عاد میں جو شاہی خاندان تھا اسے ارم کہتے تھے۔

یہ لوگ ستون کھڑے کر کے بڑی بڑی اونچی عمارتیں بناتے یا یہ مطلب ہے کہ اکثر سیر و سیاحت میں رہتے اور اونچے ستونوں پر خیمے تانتے تھے اور بعض کے نزدیک ذات العماد کہہ کر ان کے اونچے قد و قامت اور ڈیل ڈول کو ستونوں سے تشبیہہ دی ہے واللہ اعلم۔ اس وقت دنیا میں اس قوم جیسی کوئی قوم مضبوط اور طاقتور نہ تھی یا ان کی عمارتیں اپنا جواب نہ رکھتی تھیں۔

اسی طرح قوم ثمود اور قوم فرعون نے عیش و دولت اور زور و قوت کے نشہ میں مست ہو کر ملکوں میں خوب اودھم مچایا بڑی بڑی شرارتیں کیں اور ایسا سر اٹھایا گویا ان کے سر پر کوئی حاکم ہی نہ تھا ہمیشہ اسی حال میں رہنا ہے کبھی اس ظلم و شرارت کا خمیازہ بھگتنا نہیں پڑے گا۔ آخر جب ان کے کفر و تکبر اور جور و ستم کا پیمانہ لبریز ہو گیا اور مہلت و درگزر کا کوئی موقع باقی نہ رہا دفعۃً خداوند قہار نے ان پر اپنے عذاب کا کوڑا برسایا ان کی سب قوت اور بڑائی خاک میں مل گئی اور وہ ساز و سامان کچھ کام نہ آیا جیسے کوئی شخص گھات میں پوشیدہ رہ کر آنے جانے والوں کی خبر رکھتا ہے کہ فلاں کیونکر گزرا اور کیا کرتا ہوا گیا اور فلاں کیا لایا اور کیا لے گیا۔ پھر وقت آنے پر اپنی ان معلومات کے موافق معاملہ کرتا ہے اسی طرح سمجھ لو کہ حق تعالےٰ انسانوں کی آنکھوں سے پوشیدہ رہ کر سب بندوں کے ذرہ ذرہ احوال و اعمال دیکھتا ہے۔ کوئی حرکت و سکون اس سے مخفی نہیں۔ ہاں سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا۔ غافل بندے سمجھتے ہیں کہ بس دیکھنے اور پوچھنے والا کوئی نہیں جو چاہو بے دھڑک کئے جاؤ، حالانکہ وقت آنے پر ان کا سارا کچا چٹھا کھول کر رکھ دیتا ہے اور ہر ایک سے انہیں اعمال کے موافق معاملہ کرتا ہے جو شروع سے اس کے زیر نظر تھے اس وقت پتہ لگتا ہے کہ وہ سب ڈھیل تھی اور بندوں کا امتحان تھا کہ دیکھیں کن حالات میں کیا کچھ کرتے ہیں اور ایک عارضی حالت پر نظر کر کے آخری انجام کو تو نہیں بھولتے

حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ

قوم عاد میں بت پرستی پھیل گئی تھی، روزی دینے مینہ برسانے، تندرست کرنے اور مختلف مطالب و حاجات کے لئے الگ الگ دیوتا بنا رکھے تھے جن کی پرستش ہوتی تھی۔ ہود علیہ السلام نے ان کو روکا اور اس جرم عظیم کی سزا سے انہیں ڈرایا انہوں نے پیغمبر ہودؑ کو جھٹلایا۔ پیغمبرؑ نے کہا کہ جب تمہارے جہل اور شقاوت و عناد کا پیمانہ اس قدر لبریز ہو چکا ہے تو انتظار کرو کہ خدا ہمارے تمہارے ان جھگڑوں کا فیصلہ کر دے۔ ان پر سات رات اور آٹھ دن تک مسلسل آندھی کا طوفان آیا۔ مکان گر گئے، چھتیں اڑ گئیں، درخت جڑ سے اکھڑ کر کہیں کے کہیں جا پڑے۔ ہوا ایسی زہریلی تھی کہ آدمیوں کی ناک میں داخل ہو کر پیچھے سے نکل جاتی اور جسم کو پارہ پارہ کر ڈالتی تھی۔ ان کے کھنڈرات کو چشم عبرت سے دیکھو۔ لعنت کا طوق ہمیشہ ان کے گلے میں پڑا رہے گا اور قیامت کے بعد بھی وہ ان کا پیچھا نہ چھوڑے گی۔

از تفسیر عزیزی

اس ملک میں دو بادشاہ عظیم الشان پیدا ہوئے ایک تو شدید اور دوسرا شداد، اور یہ دونوں بادشاہ تمام روئے زمین پر متصرف ہوئے تھے اور بے انتہا لشکر اور خزانے انہوں نے جمع کئے تھے لیکن شداد نے اپنے بھائی شدید کے مرنے کے بعد سلطنت کو کمال رونق اور عروج بخشا تھا کہ چار سو زائد بادشاہ اس کے مطیع اور فرمانبردار تھے اور روئے زمین کے کسی بادشاہ کو اس کے مقابلہ کی طاقت نہ تھی پس اس غرور اور تکبر کے سبب سے خدائی کا دعویٰ کیا اس زمانہ کے علماء نے جو علم و عمل میں انبیاؤں کے وارث ہوتے ہیں اس ملعون کو پند اور نصیحت کی اور حق تعالےٰ کی عبادت اور اس سے خوف کی تلقین کی۔ اس نے کہا کہ دولت اور حکومت، جاہ و ثروت میرے پاس موجود ہے اس سے زیادہ اللہ کی عبادت میں کیا حاصل ہوگا؟ انہوں نے کہا کہ سب ملک اور دولت فانی ہے اور اللہ تعالےٰ اپنی عبادت کے بدلہ میں بہشت عنایت کرے گا۔ جو کہ تمام دنیا سے بہتر ہے اس نے پوچھا کہ اس میں کیا خوبی ہے واعظوں نے تمام خوبیاں بیان کیں اس نے کہا مجھے اس بہشت کی حاجت نہیں ہے۔ کیونکہ میں دنیا میں ویسی بنا سکتا ہوں۔ پس اپنے معتبر سرداروں میں سے سو آدمیوں کو مقرر کیا اور ہر ایک کے ساتھ ہزار ہزار آدمی متعین کئے کہ جیسا کچھ وہ کہیں گے ان کے حکم کے موافق عمارت کے کام میں مشغول رہیں اور ہر ایک سردار کو اپنا اپنا کام سونپ دیا اور تمام دنیا میں حکم بھیج دیا کہ جہاں کہیں چاندی سونے کی معدنیں ہوں گلا کر اینٹیں بنوا کر بھیجو اور گڑھے ہوئے خزانے نکلوا لو اور متصل کوہ عدن کے ایک مربع شہر دس کوس لمبا اور دس کوس چوڑا اور محیط اس کا چالیس کوس، بنا کرنے کا حکم دیا اور اس کی بنیاد اس قدر گہری کھودی کہ پانی کے قریب جا پہنچی اور اس کو سنگ سلیمانی سے بھروا دیا جب بنیاد بھر چکی اور زمین کے برابر پہنچی تب اس پر سونے چاندی کی اینٹوں سے دیواریں چننا شروع کیں جن کی بلندی اس زمانہ کے گز کے حساب سے ۵۰۰ گز تھی جس وقت آفتاب نکلتا تھا۔ تو اس کی چمک کی روشنی سے دیواروں پر نگاہ ٹھہرتی نہ تھی۔ پھر چار دیواری کے اندر ایک ہزار محل تیار کئے اور ہر محل ہزار ستون کا۔ اور ہر ایک ستون جواہرات میں جڑا ہوا اور شہر کے درمیان میں ایک نہر بنوائی اور ہر ایک مکان میں حوض اور چاہ بچے تیار کروائے اور ان نہروں کے صحن یاقوت زمرد، مرجان اور نیلم سے بھر دیئے تھے اور اس نہر سے ہر ایک مکان کو ایک ایک نہر جاتی تھی اور ان نہروں کے کناروں پر درخت لگوائے تھے جن کی جڑیں، شاخیں، پتے اور پھول پھل، موتی، یاقوت اور دوسرے جواہرات کے بنا کر لٹکائے تھے اور دیواروں کو مشک، زعفران اور عنبر گلاب سے کہگل اور استرکاری کروا کر مطلا اور سنہرا کیا تھا۔ اور خوبصورت و خوش آواز جانور یاقوت اور جواہر کے بنوا کر درختوں پر بٹھلائے تھے اور شہر کے گردا گرد ایک ہزار مینارے سونے اور چاندی کے جڑاؤ بنوائے تھے۔ جب اس انداز کا شہر بن کر تیار ہو گیا تو حکم دیا کہ سارے شہر میں قالین اور زردوزی

کے ریشمی فرش بچھا دیئے جائیں اور سونے چاندی کے برتن سب مکانوں میں ترتیب سے چن دیں اور کسی نہر میں میٹھا پانی، اور کسی میں شراب اور کسی میں دودھ اور کسی میں شہد اور شربت جاری کر دیا اور بازار دکانوں کو بھی کمخواب اور زربفت کے پردوں سے آراستہ کیا اور ہر پیشہ و ہنر والے کو حکم دیا کہ وہ اپنے اپنے کام میں مشغول ہوں اور حکم دیا کہ انواع و اقسام کے میوے اور طرح طرح کے عمدہ کھانے ہمیشہ شہر والوں کو پہنچایا کریں یہ شہر اس سجاوٹ کے ساتھ بارہ سال کے عرصہ میں تیار ہوا اور اس کے بعد حکم دیا کہ تمام اُمرا و ارکان کمال تجمل اور زینت کے ساتھ اس شہر میں جا کر رہیں اور خود بھی اپنی فوج اور لشکر کو ہمراہ لے کر کمال تجبر اور غرور سے کوچ کیا۔ اور راستہ میں واعظوں اور علماء سے بطور مذاق اور ٹھٹھا کہنے لگا کہ تم اپنی بہشت کے واسطے مجھ سے کہتے تھے کسی دوسرے کے روبرو سر جھکانے اور ذلیل ہونے کو، اب تم نے میری قدرت اور ثروت دیکھی اور میری بے پرواہی اور بے نیازی کو، جب اُس شہر کے قریب پہنچا تو اس شہر کے لوگ غول کے غول اس کے استقبال کے واسطے شہر کے دروازے سے باہر آ کر اس پر زر و جواہر نچھاور کرنے لگے اور تحفے و نذرانے پیش کرنے لگے اسی طرح سے جب شہر کے دروازہ پر پہنچا اس کا ایک قدم دروازہ کے باہر اور ایک اندر تھا کہ آسمان کی طرف سے ایک ایسی کڑک اور سخت آواز آئی کہ تمام مخلوق ہلاک ہوئی اور بادشاہ بھی وہیں دروازے پر گر پڑا اور مر گیا اور اس شہر کے دیکھنے کی حسرت دل ہی دل میں لے گیا۔ بعض کتابوں میں درج ہے کہ ملک الموت سے حق تعالیٰ نے پوچھا کہ تجھ کو کسی بندہ کی جان نکالتے وقت رحم بھی آیا ہے۔ یا نہیں؟ ملک الموت نے عرض کیا کہ بارِ خدا! مجھ کو دو شخصوں کی جان نکالنے میں کمال رقت ہوئی اگر تیرا حکم نہ ہوتا تو میں ہرگز ان کی جان نہ نکالتا ایک نو زائیدہ بچہ تھا اپنی ماں کے ساتھ کشتی کے تختہ پر رہ گیا تھا حکم ہوا کہ اس کی ماں کی جان قبض کر لے اس وقت مجھ کو اس بچّے پر نہایت رحم آیا کیونکہ اس بچّہ کا اس کی ماں کے سوا اور کوئی نگران نہ تھا۔

دوسرا ایک بادشاہ تھا کہ اس نے کمال آرزو سے ایک شہر بنوایا تھا۔ جس کی مثل دنیا میں کوئی نہ تھا۔ جب تیار ہو چکا اور وہ اس کو دیکھنے کے لئے آیا جس وقت اس نے دروازے میں قدم رکھا حکم ہوا۔ کہ اس کی جان قبض کر۔ اس وقت بھی مجھ پر نہایت رقّت طاری ہوئی کہ وہ کیا کچھ حسرتیں اپنے دل میں لے گیا۔ جناب الٰہی سے ارشاد ہوا کہ یہ بادشاہ وہی لڑکا تھا جو ہم نے اس کو بغیر ماں باپ کے پرورش کیا اور اس کو اس حشمت

اور ثروت پر پہنچایا۔ جب وہ مرتبہ کو پہنچا تو ہماری تابعداری سے منہ موڑا اور تکبر کرنے لگا آخر اپنی سزا کو پہنچا کہتے ہیں کہ وہ کشتی کا تختہ جس پر یہ بچہ رہ گیا تھا بہتا بہتا دریا کے کنارے آ لگا۔ اس گاؤں کے دھوبی وہاں کپڑے دھوتے تھے جو دیکھا، وہاں ایک بچہ اپنی ماں کی لاش کے پاس تختہ پر پڑا ہے تو اس تختہ کو کھینچ لائے اور مردہ کو دفن کر دیا اور بچے کو اپنے سردار کے پاس لے گئے۔ سردار اس کا حسن و جمال دیکھ کر ہزار جان سے عاشق ہو گیا اور اس سردار کے اولاد نہ تھی پس اس لڑکے کو اپنا فرزند بنا لیا۔ اور پرورش کرنے لگا۔ یہاں تک کہ سات برس کا ہوا۔ لیکن اُس کی عقل دانائی اور چالاکی کی وقت سے کچھ اور طرح کی نظر آتی تھی۔ ایک روز گاؤں کے باہر بچوں سے کھیلتا تھا کہ یکبارگی شور برپا ہوا کہ بادشاہ کی سواری آتی ہے اور لوگوں کا گزرنا شروع ہوا بہت سے لڑکے بھاگ گئے اور یہ شوخ ایک ٹیلہ پر کھڑا بادشاہ کی سواری کا اور لشکر کا تماشا دیکھتا تھا یہاں تک کہ سارا لشکر چلا گیا۔ اور پیادے جو لشکر کے پیچھے پیچھے دیکھ بھال کے لئے آتے تھے گزرنے لگے تو ان پیادوں میں سے ایک پیادہ نے ایک تھیلی پائی۔ جس میں سرمہ دانی اور سلائی تھی اپنے دوستوں سے کہنے لگا کہ میں نے سرمہ پایا ہے۔ اگر تمہارا ارادہ ہو تو میں اس کو لگا لوں۔ کیونکہ میری بینائی میں فرق آ گیا ہے شاید کہ فائدہ کرے انہوں نے کہا۔ اوّل تو راستہ میں پڑی ہوئی چیز اٹھانی نہیں چاہیئے اگر تو نے اٹھائی ہے۔ تو بغیر آزمائے ہوئے آنکھوں میں لگانا ہرگز مناسب نہیں پہلے کسی آدمی کی آنکھ میں لگا جب اس کو فائدہ کرے تو تو بھی استعمال میں لا اس پیادہ نے ادھر اُدھر دیکھا تو کوئی وہاں نہ تھا۔ مگر یہ لڑکا ایک ٹیلے پر کھڑا تھا اس نے کہا لڑکے آ ہم تیری آنکھوں میں سرمہ لگا دیں کہ تیری آنکھیں اچھی لگیں، یہ لڑکا دوڑتا ہوا اس پیادہ کے پاس گیا اور سرمہ دانی اور سلائی پیادے سے لے کر اپنی آنکھوں میں لگائی لگاتے ساتھ ہی زمین کے تمام خزانے اس کو نظر آنے لگے جیسے صاف پانی میں چیز نظر آتی ہے۔ لڑکا اپنی لیاقت اور دانائی سے چلایا اور فریاد کرنے لگا کہ لے نمانہ خراب ظالمو! تم نے میری آنکھیں پھوڑ ڈالیں۔ میں بادشاہ کے پاس فریاد کروں گا اور تم کو سزا دلواؤں گا۔ پیادوں نے جو یہ بات سُنی سرمہ تو وہیں چھوڑا اور گرتے پڑتے اپنی جان لے کر بھاگے یہ لڑکا سرمہ دانی لئے ہوئے اپنے گھر آیا اور یہ حقیقت سردار سے بیان کی۔ سردار نے کہا اپنے گدھے خچریں موجود ہیں۔ رات کو جب لوگ سو جائیں تو بیلچے اور کدال لے کر جو جو معتبر مزدور ہوں ان کو ساتھ لو جس جگہ تجھ کو خزانہ نظر آئے وہاں سے کھود کر اپنے گدھے

اور خچروں پر لادے۔ اس لڑکے نے اسی طور سے کیا۔ آخر لا لا کر بہت سا مال جمع کر لیا اور سب گاؤں والوں کو اپنا رفیق بنا لیا اور اس گاؤں کے سردار کو مار ڈالا اور اس کی جگہ آپ بیٹھ گیا۔ ہوتے ہوتے یہ خبر حاکموں و جاگیرداروں کو پہنچی تو انہوں نے اس کو سزا دینے کا ارادہ کیا اس لڑکے نے بھی فوج رکھ کر مقابلہ کیا اور ان سب کو مار ڈالا۔ اسی طرح بڑھتے بڑھتے تمام روئے زمین کا بادشاہ ہو گیا اور سارے جہاں کے بادشاہ اس کے مطیع اور فرمانبردار ہو گئے۔

تفسیر بیان القرآن مولانا اشرف علیؒ تھانوی

کیا آپ کو معلوم نہیں؟ کہ آپ کے پروردگار نے قوم عاد یعنی قوم ارم کے ساتھ کیا معاملہ کیا جن کے قد و قامت ستون جیسے (دراز) تھے اور جن کے برابر (زور و قوت میں دنیا بھر کے) کے شہروں میں کوئی شخص نہیں پیدا کیا گیا (اس قوم کے دو لقب ہیں عاد اور ارم، کیونکہ عاد عاص کا بیٹا ہے اور وہ ارم کا اور وہ سام بن نوحؑ کا، پس کبھی ان کو عاد کہتے ہیں اور کبھی ارم کہتے ہیں اور اس ارم کا ایک بیٹا عابر ہے ——— اور عابر کا بیٹا ثمود جس کے نام سے ایک قوم مشہور ہے پس عاد اور ثمود دونوں ارم میں جا ملتے ہیں۔ عاد بواسطہ عاص کے اور ثمود بواسطہ عابر کے اور یہاں لفظ ارم اس لئے بڑھا دیا کہ اس قوم عاد میں دو طبقے ہیں عادِ اولےٰ اور عادِ اُخریٰ۔

آپ کو معلوم ہے کہ قوم ثمود کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ جو وادی القریٰ میں پہاڑ کے پتھروں کو تراشا کرتے تھے اور مکانات بنایا کرتے تھے ایک شہر کا نام حجر ہے یہ سب حجاز اور شام کے درمیان ہیں اور ان میں ثمود رہتے تھے۔

فرعون کو میخوں والا اس واسطے کہا کہ وہ جس کو سزا دیتا اس کے چاروں ہاتھ پاؤں چار میخوں سے باندھ کر سزا دیتا، ان لوگوں نے شہروں میں سر اٹھا رکھا تھا اور ان میں بہت فساد مچا رکھا تھا سو آپ کے رب نے ان پر عذاب کا کوڑا برسایا بے شک آپ کا رب نافرمانوں کی گھات میں ہے (جن میں سے مذکورین کو تو ہلاک کر دیا اور موجودین کو عذاب کرنیوالا ہے) اس کا مقتضیٰ یہ تھا کہ موجودہ کفار عبرت پکڑتے اور گناہوں سے بچتے لیکن کفار دنیا کی محبت میں پھنس کر عذاب لانے والے اعمال ہی اختیار کرتے ہیں۔ کافر دنیا کو مقصود بالذات سمجھتا ہے۔ حالانکہ نہ تو دنیا مقصود بالذات ہے اور نہ اس کا ہونا نہ ہونا دلیل مقبولیت اور رسوائی کی ہے اور نہ کوئی کسی اکرام کا مستحق ہے اور نہ کوئی صبر و شکر کے وجوب سے مستثنیٰ ہے۔

ایک معروف صاحب قلم اپنے جریدہ میں رقمطراز ہیں :-

مصر میں جو حوادث و مصائب پیش آئے ہیں کہ جب مصر کے شہروں پر برطانیہ اور فرانس کے جنگی طیارے بم برسا رہے تھے تو سکندریہ اور قاہرہ کے کلب گھروں اور رقص خانوں میں شراب کے دور چل رہے تھے۔ رقاصائیں چھما چھم ناچ رہی تھیں اور عبدالوہاب اور ام کلثوم کے نغموں پر لوگ جھوم رہے تھے۔ مصر کے نامہ نگاروں نے اہل مصر کی اس غفلت، خدا فراموشی اور اخلاقی بے حِسّی کی مدح وستائش کو فخر وناز کے انداز میں پیش کیا ہے کہ یہ باتیں مصریوں کی بہادری، جرأت، بے خوفی اور خود اعتمادی کی دلیل ہیں۔

اہل مصر کے اخلاق وکردار کی جو ایک جھلک اوپر پیش کی گئی ہے وہ کسی اتفاقی واقعہ یا ناگہانی حادثہ کا سبب نہیں ہے۔ قوموں کی بستیاں ایک دن یا چند مہینوں میں مسخ نہیں ہو جایا کرتیں عشرت وتفریح کی بہت سی صبحیں طلوع اور فسق وفجور کی سینکڑوں شامیں غروب ہولیتی ہیں

ایک ایک بات میں یورپ کی نقالی بلکہ اس سے بھی دو دو ہاتھ آگے بڑھنے کی کوشش کی گئی یورپین لیڈیوں نے آدھی پنڈلیوں کو ننگا کیا تو مصری خواتین نے تین چوتھائی حصہ کو برہنہ کر دیا وہاں چار انگل گریبان کھلا تو یہاں چاک گریبان کا قطر ایک بالشت سے بھی بڑھ گیا۔ یورپ کے کلب گھروں کی طرح مصر کے عشرت خانوں میں بھی قمار بازی، شراب نوشی اور نیم برہنہ رقص کے منحوس مناظر نظر آنے لگے۔

ان تمام اخلاقی گراوٹوں کے ساتھ اخلاق سوز افسانوں، فحش ناولوں اور بازاری فلموں کا ایک طوفان ملک کے طول وعرض میں دوڑنے لگا۔ درس گاہوں میں لڑکیوں کے رقص ونغموں کے مقابلے ہونے لگے ان بے حیائی کی باتوں پر آرٹ کی چھاپ ...... ( ) لگائی گئی، گانے اور ناچنے والی دوشیزاؤں کو انعام دیئے جانے لگے اور اُن کی تصویریں اخباروں میں شائع ہونے لگیں۔ یونیورسٹی سے مسلمان لڑکیوں اور اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے گرانقدر وظیفے ملے اور وہ تن تنہا فرانس اور لندن پہنچیں اور وہاں تعلیم کے ساتھ وہ سب کچھ حاصل کیا جو ان بے اخلاق بستیوں اور معصیت زدہ ملکوں میں ہوا کرتا ہے۔

مگر مصر کے ارباب اقتدار نے ان بے اعتدالیوں بداخلاقیوں اور بدکاریوں کو روکنے کی بجائے کبھی اپنے سکوت اور بے پروائی سے اور کبھی اپنے پسندیدہ رجحانات سے ان تمام بری باتوں کی حوصلہ افزائی کی۔ دراصل یہ ترقی نہیں ہے بلکہ دل کی بیچینی ہے۔ جو کہ خدا کا سب سے بڑا عذاب ہے

امریکہ آج سب سے زیادہ ترقی یافتہ ملک ہے اس کی دولت کا کوئی ٹھکانا نہیں۔ آج وہ اپنی کمائی ہوئی دولت کو کمیونزم کے خوف سے بانٹنے کے لئے مجبور ہے۔ کیا یہ خدا کا عذاب نہیں ہے؟

برطانیہ جس کے حدود سلطنت میں سورج غروب نہ ہوتا تھا آج تیسرے نمبر کی طاقت رہ گیا ہے اور لطف یہ کہ کسی لڑائی میں وہ ہارا نہیں اور اپنا سب کچھ کھو بیٹھا کیا یہ خدا کا عذاب نہیں ہے؟

چند سال پہلے مصر کی جو اخلاقی حالت تھی آج پاکستان کی قریب قریب وہی حالت ہے۔ شام کے وقت مسجدوں کو دیکھئے اور پھر سینماؤں کلب گھروں اور ہوٹلوں کا جائزہ لیجئے نمازیوں اور بے نمازیوں کے تناسب کا اندازہ ہو جائے گا۔ عورتوں کی بے نقابی آزادانہ بے حجابی بڑی تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ مرد وزن کا بے باکانہ اختلاط بڑھ رہا ہے یہاں تک کہ اونچے طبقہ کی بیگمات میں شراب نوشی تک شروع ہو چکی ہے۔ مغرب زدگی آزاد شریف گھرانوں میں بار پا رہی ہے اور غیرت وحیا جن خانوادوں کا سب سے بڑا شرف تھا ان میں تہذیب حاضر کے ہر تقاضے کی پذیرائی کے لئے راہیں نکلتی آتی ہیں۔ قحبہ خانہ ہے، رنجواری سٹہ ہے، رشوت ہے، رقص واداکاری ہے لین دین ہے خیانت ہے اور ہاتھا پھیری ہے، بدمعاملگی ہے اور جعل سازی ہے۔ ہر شخص کو اپنی دنیا بنانے کی فکر ہے آخرت کا تصور دھندلا پڑتا جاتا ہے اور خشیت الٰہی سے دل خالی ہو رہے ہیں۔

پاکستان کے لوگ ایسے اسلام کو چاہتے ہیں جو عیدگاہ میں ان کی نماز کے لئے نشستیں مخصوص کرا دے۔ سیرت النبیؐ کے کسی جلسہ میں ان سے پیام بھجوا دے، باہر کے آئے ہوئے مہمانوں سے قائد اعظم کی قبر پر پھول چڑھوا دے اور جب قرآن کی تلاوت ہو رہی ہو۔ یا قومی ترانہ گایا جا رہا ہو تو لوگ کھڑے ہو جائیں۔ ایسے اسلام کے نام سے کانوں پہ ہاتھ دھرتے ہیں جس کے دائرہ عمل میں زانیوں اور شرابیوں پہ حد جاری ہوتی ہو جہاں ایک بدوی امیر المومنین کا گریبان تھام کر ان سے اپنا حق طلب کر سکے اور جہاں کتاب وسنت کے سامنے بڑے سے بڑے آدمی کی مرضی۔ رجحان اور ذوق کو سپرانداختہ ہونا پڑے۔

پاکستان کے معاشرے کی آج یہ حالت ہے کہ قوم کی قوم اخلاقی مریض ہے۔ برائیاں وبا کی طرح پھیل رہی ہیں اور بدی نے متعدی مرض کی صورت اختیار کر لی ہے کسی محلہ میں ایک گھرانا بگڑتا ہے تو دیکھ کر آس پاس کے نہ جانے کتنے گھر خرابی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ بے حجاب عورتوں کو دیکھ دیکھ کر ہی پردہ نشین عورتوں نے پردہ کو خیرباد کہا ہے اور کلب گھروں ہوٹلوں اور شراب نوشوں کی صحبت میں بیٹھ کر ہی ان لوگوں نے شراب پینی سیکھی ہے جو شراب کا نام سن کر شدید نفرت و بیزاری اور اذیت محسوس کرتے تھے۔ دنیا ترقی کی راہ پہ گامزن ہے اور یہی وہ ترقی ہے جس کو آسانی سے خدا کا عذاب کہا جا سکتا ہے۔ اب گناہوں کی نوعیتیں ہی بدل گئی ہیں۔ ہر گناہ ایک آرٹ بنا لیا گیا ہے۔ اور برائی کو برائی کہنے والا کوئی باقی نہیں رہا۔ اسی لئے خدا کا عذاب بھی بڑی بڑی خوبصورت شکلوں میں نازل ہو رہا ہے۔ دلوں کا چین چھن گیا بے روزگاری اور مہنگائی کا دائمی سائنٹیفک عذاب مسلط ہو گیا۔

پاکستان میں معاشرے کی اصلاح میں کامیابی کے روشن امکانات ہیں۔ کہ یہاں برائیوں کی جڑیں ابھی زمین کے اوپر ہی اوپر ہیں جو معمولی سے جھٹکے سے اکھڑ سکتی ہیں۔ پاکستان میں برائی ابھی محبوب نہیں بنی ابھی مبغوض ہی سمجھی جاتی ہے لیکن یہاں کی سوسائٹی پر اسی طرح کچھ مدت اور گزر گئی تو پھر خیر وشر کا امتیاز ہی جاتا رہے گا اور اچھائی اور برائی کی پہچان ہی مٹ جائے گی اور اخلاقی بگاڑ پر عوام شرمانے کی بجائے الٹا فخر کریں گے یہ وہ بدترین حالت ہوگی جب معاشرے کی اصلاح کے لئے کوہکنی کرنی پڑے گی اور مصلحین کو ایسا محسوس ہوگا

معروف کی تبلیغ واشاعت کے ساتھ منکرات پر احتساب وقدغن بھی ضروری ہے اس مریض کی حالت اور زیادہ بگڑنے کا اندیشہ ہے جسے دوا تو باقاعدہ پلائی جاتی ہے مگر پرہیز کے معاملہ میں اُسے آزاد چھوڑ دیا جائے۔ پاکستان کا معاشرہ اخلاق ونیکوکاری کی بنیادوں پر اس وقت تک مضبوط نہیں ہو سکتا ہے جب تک حکومت کے تمام وسائل کو کام میں نہ لایا جائے۔ پاکستان میں آئینی جدوجہد کے ذریعہ انقلاب لایا جا سکتا ہے انقلاب حکومت کے لئے آئینی جدوجہد پوری ہوشمندی اور فراست سے جاری رہنی چاہیئے۔

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

پ ۴ ع ۲

ترجمہ :- اور چاہیئے کہ تم میں سے ایک جماعت ایسی ہو جو نیک کام کی طرف بلاتی رہے اور اچھے کاموں کا حکم کرتی رہے اور برائی سے منع کرے اور وہی اپنی مراد کو پہنچے۔

(مطلب) تقویٰ، اعتصام بحبل اللہ، اتحاد و اتفاق، قومی زندگی، اسلامی مواخات یہ سب چیزیں

باقی صفحہ ۱۸ پر

نماز قائم کرو

عالمِ انسانیّت پر اسلام کے علمی احسانات

مورخہ ۱۴ر جنوری ۱۹۶۳ء کو گورنمنٹ کالج کیمبل پور کی بزمِ اسلامیات کے زیرِ اہتمام ایک مجلس مذاکرہ زیرِ صدارت قاضی محمد زاہد الحسینی منعقد ہوئی ۔ جس میں کی گئی صدارتی تقریر کو ریکارڈ بھی کیا گیا ۔ آج عمومی فائدہ کے لئے ہدیۂ ناظرینِ خدام الدین ہے

الحمد للہ وکفٰی وسلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی ۔ اما بعد

اساتذہ کرام و عزیز طلبار !

آج کی اس مجلس مذاکرہ میں میرے متعلق "عالم انسانیت پر اسلام کے علمی احسانات" پر کچھ عرض کرنا ہے ۔ یہ موضوع تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے ۔

"پہلا حصّہ" علم کے متعلق اسلام کا زاویۂ تعلیم کیا ہے ؟ "دوسرا حصہ" اسلام سے پہلے دنیا میں علوم و فنون کی وقعت کیا تھی ؟ "تیسرا حصّہ" اسلام نے اپنے علوم اور دوسروں کے مفید علوم کی کس قدر سرپرستی فرمائی ۔

پہلی شق کے متعلق یہ عرض ہے کہ صرف اسلام وہ علمی مذہب ہے کہ جس کی کتاب مقدس کا پہلا حکم جو سید الانبیار صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ۔ وہ تعلیم حاصل کرنے کا ہے ۔ ارشاد فرمایا :۔

اقرأ باسم ربك الذی خلق ۔

(ترجمہ) تو اپنے اس رب کے نام پڑھ کہ جس نے پیدا فرمایا ۔ قرآن حکیم نے انسان کی وجہ شرافت اسی علم کو قرار دیتے ہوئے حضرت آدم علیہ السلام کو مسجود ملائک بنایا ۔ خود سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم حضوری میں ترقی حاصل کرنے کی درخواست کا حکم فرمایا ۔

وقل رب زدنی علماً (ترجمہ) آپ یہ دعا مانگیں اے میرے رب مجھے علم میں بڑھا ۔

عام انسانوں کو دولت علم سے مالامال کرنے کا حکم متعدد آیات میں فرمایا ۔ علم حصولی کے طریقہ کار کو قلم اور دوات کی عظمت سے نوازتے ہوئے ارشاد فرمایا ۔ ن والقلم وما یسطرون ۔ ارشاد خداوندی فن تحریر کی سربلندی اور وقعت پر الہام ناطق ہے ۔ علم بالقلم میں قلم کو علم کا ذریعہ اور علم کی نشر و اشاعت کا سب سے بڑا واسطہ قرار دیا ۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے ۔ اول ما خلق اللہ اللوح والقلم یعنی سب سے پہلے اللہ تعالے نے تعلیم اور تعلم کے آلات لوح اور قلم کو پیدا فرمایا ۔

یہاں ضمناً اس بات کا ذکر کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ علم سے مراد ہر وہ علم ہے جو انسان کی کسی بھی صحیح ضرورت کو پورا کرتا ہو ۔ خلافت انسانی کے برقرار رکھنے میں جو علم معاون ہو وہ علم اسلام میں نہ صرف محبوب ہے بلکہ اس کا حاصل کرنا ضروری ہے ۔ دینی اور دنیاوی علوم کی تقسیم دَورِ غلامی کی پیداوار ہے ۔ اور کسی دشمن اسلام شاطر کی اختراع ہے ۔ ورنہ بقول امام راغب اصفہانی "اصول مکاسب اصول صناعت سب کے سب وحی سے ماخوذ ہیں"۔

یہی وجہ ہے کہ علم سے مراد دَورِ اوّل میں علم تفسیر، حدیث ، فقہ، حکمت اور دوسرے تمام علوم لئے جاتے ہیں ۔ مشہور فلسفی ابن رشد اندلسی کو موطا امام مالک زبانی یاد تھا ۔ اسی ابن رشد اندلسی نے مذاہب اربعہ (حنفیہ ۔ شافعیہ ۔ مالکیہ ۔ حنبلیہ) کے اختلافی مسائل پر ایک جامع کتاب بدایۃ المجتہد تصنیف کی ہے بیت الحکمہ کا مفتی احمد بن محمد فلسفی بغدادی حدیث میں امام مالک کا شاگرد تھا ۔ بلکہ آج تک ہمارے دینی مدارس میں جو درس نظامی کا نصاب پڑھایا جاتا ہے ۔ یہ اس بات کی روشن دلیل ہے ۔ کہ مسلمانوں کے ہاں علوم دینی اور علوم دنیا دو قسم نہیں ۔ بلکہ ایک ہی علم کے دو شعبوں کا نام ہے ۔ ایک علم کو ہم علم نجات کہہ سکتے ہیں ۔ جس کا تعلق عقائد عبادات ، اخلاق سے ہے ۔ اور ایک کو ہم علم معاش سے تعبیر کر سکتے ہیں جس کا تعلق مکاسب اور علوم کائنات سے ہے ۔ ہمارے درس نظامی میں تفسیر قرآن حکیم کی صرف ایک کتاب جلالین ہے ۔ مگر منطق و فلسفہ کی کتابیں صغریٰ سے لے کر قاضی مبارک ، شمس بازغہ ، بست باب تک شامل درس ہیں ۔

میں نے شروع میں جس آیت کریمہ کا ذکر کیا ہے اس میں اقرأ باسم ربك کا ارشاد قرآنی ہے اس میں دو مضمون ذکر فرمائے ہیں ۔ ایک تو تحصیل علم کا حکم جو لفظ اقرأ سے ظاہر ہے اور دوسرا علم کی لامحدود وسعت کا ذکر ہے جو لفظ ربّ سے ہویدا ہے ۔ خداوند قدوس نے قرآن حکیم نے ۹۰ دفعہ اپنے اس اسم پاک کو بیان فرمایا ۔ سورہ فاتحہ کے شروع میں پہلی آیت جسے ہر مسلمان روزانہ کم از کم ۳۲ دفعہ حقیقتہً یا حکماً پڑھتا ہے الحمد للہ ربّ العٰلمین آتی ہے جو اس امر کی نشاندہی کر رہی ہے کہ عالمین یعنی یہ جہاں اور اس جہاں جیسے کروڑوں، اربوں جہان ہیں ۔ اور ان جہانوں کا رب صرف اللہ تعالٰے ہی ہے ۔ لفظ ربّ تربیت سے مشتق ہے ۔ تربیت کسی خاص حد تک نہیں ہوتی بلکہ تربیت مُربّی کے وجود سے متعلق ہے ۔ یہاں تربیت کنندہ یعنی خداوند قدوس غیر فانی ہے ۔ اس لئے کائنات میں روزافزوں انکشافات جدیدہ کا ظہور بھی غیر فانی ماننا پڑے گا ۔ میں نے اس پیراگراف میں علمی عبارت کہہ ڈالی ۔ آسان الفاظ میں یوں سمجھ لیجئے کہ قرآن حکیم کی یہ پہلی آیت شریفہ اقرأ باسم ربك اس بات کی واضح دلیل ہے کہ :۔

الف ۔ ساری کائنات میں اس کے مناسب شعور موجود ہے ۔

ب ۔ اور اسی شعور کے زیرِ اثر وہ تربیتِ خداوندی کی محتاج ہے

ج ۔ تربیت خداوندی اس کائنات میں وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ اپنے قدرت کے کرشموں کا ظہور فرماتی رہے گی ۔

لہٰذا علم انسانی کسی حد تک جا کر نہ رکنے والی دولت ہے ۔ جب تک جہاں موجود ہے ۔ انسان علم کی دولت سے انکشافات اور انکشافات جدیدہ سے لذت اندوز ہوتا رہے گا ۔ قرآن حکیم نے اسی موضوع کو اپنے ایک دوسرے ارشاد گرامی ان من شیئ الا یسبح بحمدہٖ میں ادا فرمایا کہ ہر شئے خداوند قدوس کی حمد و ثنا کرتی ہے اگرچہ یہ نظریہ کہ ساری کائنات میں شعور اور ادراک کا مادہ موجود ہے ۔ بعد میں مفکرین یورپ برونو وغیرہ نے قبول کر لیا مگر اس کی ابتدائی تعلیم کا سہرا صرف قرآن حکیم ہی کے سر ہے ۔ ساتھ ہی قرآن حکیم نے نظر و فکر کا حکم دیا ۔ قل انظروا ماذا فی السمٰوٰت والارض ۔ یعنی کائنات ارضی اور کائناتِ سماوی میں غور و فکر کریں ۔ ان کے منافع اور نقصانات کا مطالعہ کریں اور اپنی تحقیقات کو ہمیشہ کے لئے جاری رکھ کر قدرت کے ان جواہر کو آشکارا کریں ۔ جن کے بروئے کار لانے کے لئے انسان کو خلافتِ ارضی کا شرف بخشا گیا ۔

اسلام کا دنیائے انسانیت پر یہ سب سے بڑا احسان ہے کہ اس نے علم جیسی دولت عظمٰی کو مفت تقسیم کرنے کا اہتمام کیا ۔ قرآن کا حکم ہے فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون یعنی جس بات کو تم نہیں جانتے اس کو ذی علم حضرات سے پوچھ لو ، ادھر طلبہ علم کی تشفی اور تسلی کے لئے ارشاد نبوت ہے ۔ انما شفاء العی السوال نہ جاننے والے کی شفار پوچھنے میں ہے ۔ یہ مفت تعلیم و تعلم کا سلسلہ سید الانبیار صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اعلان کے مطابق انما بعثت معلما

دورِ نبوت سے شروع ہو کر آج تک جاری ہے ہر دور میں ہزاروں انسانوں نے وقت کے اکابر علماء سے علم مفت حاصل کیا۔ صرف امام بخاری کے ان شاگردوں کی تعداد ۹۰ ہزار ہے جنہوں نے مفت میں حدیث کا خزانہ ان سے حاصل کیا۔ آج بھی دارالعلوم دیوبند ایشیا میں وہ واحد درس گاہ ہے جو علوم کے خزانے مفت لٹا رہا ہے

موضوع مذاکرہ کا دوسرا حصّہ یہ ہے کہ اسلام سے پہلے دنیا میں علم و فن کی کیا قدر تھی۔ اس میں شک نہیں کہ یونانیوں میں ارسطو وغیرہ لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے علوم منطق و فلسفہ پر کتابیں لکھیں۔ مقالات کو ترتیب دیا۔ مگر وہ مسلمانوں سے پہلی اقوام کے دست برد سے محفوظ نہ رہ سکیں۔

عیسائی جب یونان پہنچے تو انہوں نے صرف علم موسیقی کی کتابوں کو محفوظ رکھا اور باقی سب فنون کی کتابیں ضائع کر دیں۔ اوفلس بشپ نے سکندریہ میں محفوظ بطلیموس کا کتب خانہ جلا دیا عیسائیت میں چونکہ علم کے حصول کا حکم موجود نہ تھا اس لئے تحقیقات کا دروازہ بند تھا۔ اس امر کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے۔ کہ جب گیلیو نے اپنی دوربین کے مشاہدات کو ثابت کرنا چاہا تو اس پر بدعتی ہونے کا الزام لگا کر دس سال قید کی سزا دی گئی۔ جس میں وہ مر گیا۔ اس کی لاش کو بھی مقدس سرزمین میں دفن کی اجازت نہیں دی گئی۔ برونو نے جب یہ خیال ظاہر کیا کہ ایسی اور دنیا بھی موجود ہے تو اس کو دو برس قید میں رکھ کر زندہ جلا دیا گیا۔

جس مذہب کے پیروکار غسل کو گناہ، دانتوں کی میل کچیل اور ان کی زردی کو شانِ علم سمجھتے ہوں، جن کے ہاں تحقیقات اور علم کے لئے تگ و دو ناقابلِ معافی جرم ہو وہ علم کی اشاعت کیا کریں گے۔ یہی وجہ ہے کہ آج سے ڈیڑھ ہزار سال قبل علوم و فنون کی کسی درس گاہ کا نام و نشان نہیں ملتا۔

موضوع کا تیسرا حصّہ اسلام کا عالمِ انسانیت پر علمی احسان ہے۔ اور یہی نفسِ موضوع ہے۔ اسلام کی تاریخ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجودِ اقدس سے شروع ہوئی ہے۔ آپ کا ارشاد گرامی ہے۔ طلب العلم فریضۃ علیٰ کل مسلم و مسلمۃ (ترجمہ) علم کا طلب کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے اور اس تحصیل علم میں کسی قوم، کسی مکان، کسی وقت کی پابندی نہیں۔ بلکہ فرمایا۔

کلمۃ الحکمۃ ضالۃ المومن حیث وجدھا فھو احق بھا۔ (ترجمہ) حکمت و دانش کا ایک کلمہ بھی مسلمان کی گمشدہ متاعِ عزیز ہے۔ وہ جہاں سے پائے خود کو اس کا حق دار سمجھ کر حاصل کرے۔ چنانچہ سیدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کی ایک جماعت کو جرش نام شہر میں اس لئے بھیجا تھا کہ وہ وہاں جا کر اس وقت کی ٹینک دبابہ کا طریق استعمال سیکھ کر آئیں۔

وقت کی تحدید نہ ہونے کا فرمان اطلب العلم من المھد الی اللحد، واضح کر رہا ہے۔ کہ علم حاصل کرنے کے لئے کسی بھی وقت کی پابندی نہ کی جائے۔ بلکہ جب سے سوجھ بوجھ شروع ہو اور جب تک رہے علم حاصل کرتا رہے بلکہ ایک روایت میں آیا ہے کہ طلب علم میں موت شہادت کی موت ہے۔ اسلام نے علم کی اشاعت میں مشرک تک کی درخواست کو قبول کرنے کا حکم فرمایا۔ ارشاد قرآنی ہے۔ وان احد من المشرکین استجارک فاجرہ حتیٰ یسمع کلام اللہ ثم ابلغہ مأمنہ (ترجمہ) اے میرے حبیب! اگر آپ سے کوئی مشرک (بحالتِ جنگ) بھی علم حاصل کرنے کی درخواست کرے تو آپ اس کی درخواست کو قبول فرماتے ہوئے اسے امن میں لے کر اللہ کی کلام سنا دیں۔ اور پھر (اگر وہ چاہے) محفوظ مقام پر چھوڑ آئیں۔

یہی وجہ ہے کہ مسلمان جہاں بھی گئے علم کے بازار کو رونق بخشی۔ ترکیہ۔ قرطبہ۔ بغداد، مصر کی بلند پایہ درس گاہیں اسلامی سلطنتوں کی آمد کی تاریخ گو ہیں۔ اور ان کے ادبی آثارِ علمیہ ہیں۔ ان درسگاہوں میں مسلمانوں نے جس فراخ دلی کا ثبوت دیا ہے اس کے متعلق مشہور مؤرخ گبن لکھتا ہے:۔

”صوبوں کے خود مختار امیر بھی سرپرستی علوم میں شاہانہ اقتدارات برتتے تھے اور ان کی رقیبانہ مسابقت نے مذاق علمی کی ترویج میں غیر معمولی حصّہ لے کر سائنس کے نور کو سمرقند اور بخارا سے لے کر فیض اور قرطبہ تک پھیلا دیا تھا۔ ایک سلطان کے وزیر نے ایک دفعہ ایک لاکھ اشرفیاں اس غرض سے وقف کر دیں کہ اس سرمایہ سے بغداد میں ایک کالج قائم کیا جائے اور اس کالج کے مصارف کے لئے پندرہ ہزار دینار کا دوامی عطیہ مقرر کر دیا۔ تعلیم کے فیضان سے خاص و عام کو یکساں بہرہ اندوز ہونے کا موقع دیا جاتا تھا۔ وزیر کا لڑکا ایک موچی کے پہلو بہ پہلو بیٹھ کر سبق لے سکتا تھا۔ ان مدارس و مکاتب کی نگرانی بعض دفعہ فراخ حوصلگی کے اقتضاء سے نسطوریوں اور کبھی یہودیوں کے سپرد کر دی جاتی تھی۔ کسی شخص کو کسی خدمت جلیلہ پر سرفراز کرتے وقت حکومت کو یہ خیال نہ ہوتا تھا کہ وہ کس قوم سے تعلق رکھتا ہے یا اس کے مذہبی عقائد کیا ہیں بلکہ محض اس کی علمی قابلیت کا لحاظ کیا جاتا تھا۔

اسلام نے علمی تعصب کو انسانیت کا دشمن قرار دیتے ہوئے علم و حکمت کے ہر جملے کو اور اس کی ہر کتاب کو محفوظ رکھنے کا حکم دیا۔ یہی وجہ ہے کہ یونانیوں کا وہ فلسفہ جو عیسائیوں کے ظلم و ستم کا تختۂ مشق بنا ہوا تھا۔ اس کو تباہی سے بچانے والا اسلام ہی تھا۔ چنانچہ جارج ہنری لوئس اپنی کتاب ہسٹری آف فلاسفی میں لکھتا ہے کہ:۔

”مسلمانوں نے یونانیوں کی تمام تحریروں کو تباہی سے محفوظ رکھا اور یورپ میں فلسفہ انہی کی بدولت پہنچا۔ اس کے علاوہ علم ہندسہ، ہیئت طب، کیمیا سے جو یورپ آشنا ہوا وہ بھی اسلام کا تصدق ہے۔ جس طرح مسلمانوں کی فتوحات سریع السیر تھیں اسی طرح ان کی علمی ترقیاں بھی سیلاب کی روانی رکھتی تھیں۔ انہوں نے تمام دنیا سے علمی ذخیرہ جمع کیا اور اس قدر حکما پیدا کئے کہ دنیا آج ان کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔“

اسلام نے علوم و فنون کی اس قدر سرپرستی کی کہ بارھویں صدی عیسوی تک قرطبہ یونیورسٹی کو سب سے اونچی یونیورسٹی سمجھا جاتا تھا حتیٰ کہ قرطبہ کی سند اس قدر مشرف تھی کہ قرطبہ کا سند یافتہ پوپ جیسے عہدے پر متمکن ہو سکتا تھا۔ جیسا کہ فرانس کا پادری جربرٹ جبر و مقابلہ میں قرطبہ کا شاگرد تھا۔ یہی پادری سلفسٹروس کے نام سے پوپ کا جانشین ہوا اور ۱۰۰۳ء میں وفات پائی۔ آخر بارھویں صدی میں یورپ کو یہ شعور ہوا کہ علم و فن کا تاج مسلمانوں سے چھین لیا جائے۔ چنانچہ ۱۲۰۹ء میں عیسائیانِ یورپ نے ایک بہت بڑا جلسہ کر کے ابن رشد اندلسی کے پیرو عیسائیوں کو گمراہ قرار دیا ۱۲۱۵ء میں عیسائیوں کے مذہبی محکمہ نے ابن سینا عراقی وفات ۴۲۷ھ کی تصانیف کا پڑھنا حرام قرار دیا۔ اور

۱۲۳۱ء میں پوپ نہم نے حکم دے دیا کہ عرب کا فلسفہ پڑھنا بند کر دیا جائے۔

مسلمانوں کے علوم و فنون چھپانے اور ان پر اپنا لیبل لگانے کی مہم پندرھویں صدی میں چلائی گئی۔ چنانچہ فقط ۱۴۸۱ء سے ۱۴۹۹ء تک یعنی صرف انیس سالوں میں اس محکمہ نے دس ہزار تین سو بیس عیسائیوں کو اسی جرم میں زندہ جلا دیا اور چھ ہزار آٹھ سو چھ عیسائی طلبہ کو پھانسی دی گئی۔ تقریباً دس ہزار مختلف سزاؤں سے سزایاب ہوئے۔

اسی پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ جس ملک میں یورپ کے عیسائیوں کو تسلط حاصل ہوا۔ وہاں سے مسلمانوں کے قائم کردہ علمی اداروں، لائبریریوں کو نیست و نابود کر دیا جیسا کہ:۔

طرابلس پر قبضہ کے بعد عیسائیوں نے وہاں کے کتب خانے کو آگ لگا دی جس میں کم و بیش تیس لاکھ کتابیں محفوظ تھیں۔ غرناطہ کے ایک متعصب پادری نے عربی زبان کے اسّی ہزار

علمی مسائل اور ان کے جوابات

مولانا سمیع الحق صاحب مدرس دارالعلوم حقانیہ۔ اکوڑہ خٹک

سوال:۔ داڑھی کی مسنون مقدار کیا ہے مشہور یہ ہے کہ مٹھی بھر سے زیادہ کٹوانی چاہئے۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر کے بارہ میں منقول ہے اگر یہی چیز سنت ہے تو حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب قدس سرہ العزیز اور بعض دیگر اکابر کے عمل کی کیا توجیہہ ہے۔ جنہوں نے مٹھی بھر سے زیادہ بھی نہیں کٹوائی اور داڑھی کو اپنے حال ہی پر چھوڑا۔ براہ کرم تفصیل سے خدام الدین میں اس مسئلہ کی شرعی حیثیت واضح کر دیں۔ تاکہ اس بارہ میں پوری تسلی ہو اور اطمینان حاصل ہو۔

جواب:۔ داڑھی اور اس کی مقدارِ مسنونہ کے بارہ میں جتنی بھی قوی اور مستند احادیث وارد ہوئی ہیں ان سب کو سامنے رکھ کر سرسری مطالعہ کرنے سے بھی داڑھی کے اہم ترین شعائر اسلام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پسندیدہ چیز ہونے کے ساتھ ساتھ اس کی مقدارِ مسنون کے بارہ میں بھی حضورِ اقدسؐ کا منشاء متعین ہو جاتا ہے۔ آئمہ حدیث علماء لغت کی تشریحات اور خود حضور اقدسؐ کی داڑھی کے بارہ میں اصحابِ شمائل اور علماء سیر کی تصریحات سے یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ حضورِ اقدسؐ کی مرضی داڑھی کو اپنے حال ہی پر چھوڑنا اور مونچھوں کو ترشوانا تھا۔ پھر اجلّہ اصحابہ و تابعین کے عمل سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ مٹھی بھر سے زیادہ داڑھی رکھنا غیر مسنون نہیں بلکہ سنت ہے اور حضور اقدسؐ کے منشاء مبارک کی تعمیل ہے۔ سب سے پہلے یہاں چند وہ احادیث نقل کی جاتی ہیں۔ جن سے مسئلہ خود بخود واضح صورت میں سامنے آجاتا ہے

عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم جزوا الشوارب وارخوا اللحی خالفوا المجوس۔ (مسلم شریف)

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مونچھوں کے بال ترشوا کر کم کر دو اور داڑھیوں کو لمبی کرو۔ اور اس طرح مجوس کی مخالفت کرو۔

یہی حدیث حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے بخاری شریف میں اس طرح منقول ہے:۔

عن ابن عمر عن النبی صلی الله علیه وسلم قال خالفوا المشرکین و وفروا اللحی واحفوا الشوارب (کتاب اللباس۔ بخاری)

ابن عمرؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔ کہ فرمایا مخالفت کرو مشرکین کی۔ داڑھیوں کو خوب بڑھاؤ اور مونچھوں کے بال کٹوایا کرو۔

حضرت ابن عمرؓ کی یہی روایت ترمذی شریف ص ۱۰۰ ج ۲ میں بھی معمولی تغیر و تبدل کے ساتھ دو الگ الگ طریقوں سے منقول ہے۔ اور امام ترمذیؒ نے دونوں روایات کو حسنٌ صحیحٌ کہا اور ان کے رواۃ کو ثقہ قرار دیا ہے۔

روایات ابن عمرؓ میں مشرکین سے حسب تصریح محدثین مجوس ہی مراد ہیں۔ جن کی عادت داڑھی کو منڈوانا اور اسے کم کرنا تھی۔ شریعت نے شدت سے اس تہذیب کی ممانعت فرما کر غیر مسلم اقوام کے عادات و اطوار اور ان کے تشبّہ سے اجتناب و احتراز کی تلقین کی اور واضح کر دیا کہ داڑھی رکھنے کا تعلق ایک رواج اور محض وقتی عادات سے نہیں۔ بلکہ اس کی حیثیت مسلمانوں کے اہم شعار اور اسلامی تہذیب و ثقافت کے ایک امتیازی نشان ہونے کی ہے۔ حضورؐ نے داڑھی کم کرنے میں مجوسیوں کی عادات سے مخالفت کرنے اور اسے لمبا کرنے کا حکم دیا اور لمبا کرنے کے بارہ میں جو الفاظ وارد ہوئے ان سب سے اس کی مقدار مسنون پر روشنی پڑتی ہے۔ داڑھی کے بڑھانے کے بارہ میں مذکورہ روایات اور دیگر احادیث کو سامنے رکھ کر ہمیں پانچ الفاظ ملتے ہیں کہیں ارخوا اور وفّروا کا لفظ استعمال کیا گیا۔ کہیں اَرْخُوا ہے اور کہیں اعفوا اور اوفوا کے الفاظ سے داڑھی کے بڑھانے کا حکم دیا گیا ہے۔ امر کے ان پانچ صیغوں کے مصادر، ارخاء، توفیر، ارجاء اعفاء اور ایفاء کے بارہ میں مشہور شارح حدیث امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ:۔

ومعناها کلها ترکها علی حالها۔

(شرح مسلم النوویؒ) یعنی ان سب الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ داڑھی کو اپنے حال ہی پر چھوڑ دیا جائے۔

حافظ الحدیث امام ابن حجر عسقلانیؒ "وَفّرُوا" کے معنی اترکوها وافرة سے کرتے ہیں یعنی داڑھی کو وافر چھوڑ دو۔ اور "اوفوا" کا معنی "اترکوها وافية" (بایں حال کہ وہ مکمل اور پوری ہو) ارخوا کے معنی اطیلوها (داڑھی لمبی کرو) سے کرتے ہیں۔ اسی طرح امام بخاریؒ وغیرہ نے اعفاء کے معنی بھی تکثیر کے بیان کئے ہیں (بحوالہ مجلہ بینات کراچی)

علماء لغت میں سے صاحب جمهرة اللغة ابن درید اور لسان العرب و قاموس وغیرہ نے عفیٰ اور اعفیٰ وغیرہ کے معنی لغوی کثیر ہونا، وافر ہونا، طویل ہونا بیان کیا ہے۔

اسی طرح حافظ ابن حجرؒ نے ابن دقیق العیدؒ سے نقل کیا ہے:۔

حقیقة الاعفاء الترک وترک التعرض للحیة یستلزم تکثیرها۔

(فتح الباری ج ۱۰ بحوالہ بیّنات)

اعفاء کی حقیقت ترک کرنا ہے۔ اور جب داڑھی سے تعرض نہ کیا جائے گا تو لازماً اس میں تکثیر ہوگی۔

مذکورہ تفصیل سے واضح ہوا کہ حضور اقدسؐ کا مقصد صرف داڑھی رکھنا نہیں بلکہ اسے لمبا کرنا اور بہت بڑھانا ہے۔ فقہا و علماء و تابعین اور اجلہ اکابر کی ایک جماعت ان احادیث کے اطلاق و عموم کی وجہ سے داڑھی کو اپنے حال پر چھوڑنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ اور یہاں تک کہ بقول امام طبری فقہاء کی ایک جماعت کے نزدیک داڑھی کے طول و عرض سے کچھ حصہ بھی کٹوانا ظاہر حدیث کی وجہ سے مکروہ ہے۔ (فتح الباری جلد ۱۰)

امام نوویؒ نے شرح مسلم میں تصریح کی ہے کہ احادیث سے یہی ظاہر ہوتا ہے اور الفاظ حدیث کا یہی تقاضا ہے اور ہمارے علماء کی ایک جماعت اور دوسرے علماء کا قول بھی یہی ہے۔ والمختار ترک اللحیة علی حالها وان لا یتعرض لها بتقصیر شیئ اصلا۔ علامہ شوکانیؒ اور صاحب تحفة الاحوذی وغیرہ بھی مقدار کی تخصیص نہیں کرتے اور احادیث کے عموم اطلاق کے قائل ہیں۔ حضرت ملا علی قاریؒ نے ابن الملک کی ایک روایت میں داڑھی بڑھانے کو مختار اور بہتر قرار دیا ہے۔

قال ابن الملک ان اخذ من اطراف اللحیة من طولها و عرضها للتناسب فحسنٌ لکن المختار ان لا یاخذه۔

(نفع قوت المغتذی حاشیہ ترمذی ج ۲ ص ۱۰۰)

داڑھی کو طول و عرض سے برابر کرنا جائز ہے مگر مختار یہ ہے کہ نہ کٹوائی جائے اور اسے بالکل چھوڑ دیا جائے۔

مقدار لحیۃ کے بارہ میں حضورؐ کا عمل

علماء کرام کی ان تصریحات کے علاوہ جب خود ہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ممتاز صحابہ کا عمل داڑھی کی مقدار کے بارہ میں دیکھتے ہیں تو اس سے بھی ان احادیث کے اطلاق اور عموم کی تائید ہو جاتی ہے۔ اور یہ بات بلا کسی شبہ کے ثابت ہو جاتی ہے کہ مذکورہ روایات میں لمبائی اور طویل کرنے کا جو مجمل حکم ہے۔ اس کی حد بہرحال مشت بھر سے زیادہ ہے اور حضورؐ کی داڑھی بہرحال

مٹھی بھر سے زیادہ تھی۔ جس سے مذکورہ اجمال کا بیان بھی ہو جاتا ہے۔ شمائل و سیر میں حضورؐ کی داڑھی مبارک کے بارہ میں کہیں "کثیر شعر اللحیۃ" ہے تو کہیں "کث اللحیۃ" (گھنی داڑھی) کہا گیا ہے۔ اور کسی روایت میں آپؐ کا ذکر "عظیم اللحیۃ" کے لفظات سے کیا ہے۔ اور اس کے ساتھ یہ بھی تصریح ہے کہ حضورؐ کی داڑھی ان کے سینہ مبارک کو پُر کئے ہوئے تھی

امام غزالی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ:-

وکان یعفی لحیتہ ویاخذ وشاربہ

(احیاء العلوم ج ۲ ص ۳۸۳) کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم داڑھی مبارک بڑھاتے تھے اور مونچھیں کترواتے تھے۔

بقیہ علمی احسانات - ص ۱۶ سے آگے

قلمی نسخوں کا ڈھیر لگوا کر اس کو آگ لگوا دی۔

اسلام کی عظمت علمی کو مسلمانوں کے ذہنوں سے نکال دینے کے لئے باقاعدہ تحریکیں چلائی گئیں جن کا ایک حربہ یہ بھی تھا اور وہ آج تک جاری ہے کہ اسلام کے علمی کمالات اور علمی ایجادات کا سہرا غیر مسلم مفکرین کے سر پہ باندہ دیا جائے۔ اس کی ایک مثال یہ دی جا سکتی ہے کہ:-

"ہسٹری آف دی انگلش لٹریچر میں علم کلام کا موجد لارڈ بیکن کو بتایا گیا ہے۔ حالانکہ علم کلام کا ابجد خوان بھی یہ جان سکتا ہے کہ اس فن کا موجد امام غزالی سال وفات ۵۰۵ھ ہے۔ جن کی وفات لارڈ بیکن کی ولادت سے بھی ایک سو سال پہلے ہو چکی تھی۔"

بے شک مسلمانوں نے غیر مسلم مفکرین اور علماء کی کتابوں کے تراجم کئے ان کے شروح لکھے۔ مگر مسلمانوں کا غیر مسلم مصنفین پر بھی یہ بڑا احسان ہے۔ انہوں نے تراجم کی شکل میں ان علماء سے دنیا کو روشناس کیا۔

المامون عباسی نے جب شہنشاہِ یونان میکائیل ثالث کے ساتھ معاہدہ کیا تو اس معاہدہ کی رُو سے بطلیموس کی تصنیف سنٹکس کا ایک نسخہ حاصل کر لیا اور پھر اس کا ترجمہ کرایا جو عربی زبان میں المجسطی کے نام سے مشہور اور متداول ہے۔

اسی طرح مسلمانوں نے غیر مسلم اہل علم کے ان علمی ذخائر کو جو تباہی کے قریب تھے محفوظ رکھ کر دنیائے انسانیت پر بہت بڑا علمی احسان کیا قاہرہ کے کتب خانہ فاطمیہ میں ایک لاکھ نسخے قلمی کتابوں کے موجود تھے۔ ان میں ساڑھے چھ ہزار صرف علم طب اور علم ہیئت کے متعلق تھیں۔ بلکہ بطلیموس کا بنایا ہوا پیتل کا کرۂ زمین بھی موجود تھا۔

حضرات! میں اس دلچسپ اور مفید ترین مقالہ پر آپ کا کافی وقت لے چکا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم میں جذبۂ خود اعتمادی پیدا فرما کر غیروں کی ذہنی غلامی سے نجات دے۔

سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم۔

بقیہ:- اداریہ

اختیار کرے ورنہ اس کا یہ دعویٰ کہ وہ قانون اسلامی کا نفاذ چاہتی ہے بے معنی ہو کر رہ جائے گا۔

ہم اس موقع پر اصلاح پسندوں اور اسلامی روایات کے حاملوں سے بھی عرض کریں گے کہ وہ سر جوڑ کر اپنی پوری قوت و شدت اور حکمت و دانائی سے ثقافت کے نام پر پھیلتی ہوئی لادینی کو روکنے کی کوئی تدبیر نکالیں اور اس طرح عند اللہ اور عند الاسلام سرخرو ہوں۔

بقیہ: بیشک تیرا رب گھات میں ہے

اس وقت باقی رہ سکتی ہیں جبکہ مسلمانوں میں ایک جماعت خاص دعوت وارشاد کے لئے قائم رہے اس کا وظیفہ یہی ہو کہ اپنے قول و عمل سے دنیا کو قرآن اور سنت کی طرف بلائے اور جب لوگوں کو اچھے کاموں میں سست یا برائیوں میں مبتلا دیکھے اس وقت بھلائی کی طرف متوجہ کرنے اور برائی سے روکنے میں اپنے مقدور کے موافق کوتاہی نہ کرے کہ جب لوگ منکرات میں پھنس جائیں اور کوئی روکنے والا نہ ہو تو عام عذاب آنے کا اندیشہ ہے۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

بقیہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ

اور فرمایا۔ مہمان کو تکلیف دینا خلاف مروت ہے۔ اور خود اٹھے اور چراغ میں تیل ڈالا اور اسے جلایا۔ جب اپنی جگہ پر لوٹے تو فرمایا کہ میں نے خود اٹھ کر چراغ جلا لیا تو ویسا ہی عمر بن عبد العزیز رہا جیسا پہلے تھا۔

سواری میں سادگی

جب خلیفہ سلیمان کا وصیت نامہ کھول کر پڑھا گیا تو آپ کو خلیفہ بنانے کی وصیت تھی۔ اس وقت آپ نے فرمایا کہ خدا کی قسم میں نے کبھی اللہ تعالیٰ سے حکومت نہیں مانگی۔ پھر داروغہ اصطبل نے عمدہ گھوڑا آپ کی سواری کے لئے پیش کیا۔ آپ نے اس پر سوار ہونے سے انکار کیا۔ اور فرمایا میری سواری کے لئے میرا خچر کافی ہے۔

جب داروغہ اصطبل نے آپ سے اصطبل کا خرچ مانگا تو آپ نے فرمایا کہ سب گھوڑوں کو فروخت کیا جائے اور جو قیمت ملے اسے خیرات کر دیا جائے کیونکہ میرے لئے میرا خچر کافی ہے۔

آپ کے اقوالِ زرّیں

۱- سلف صالحین کے طریقہ پر چلو۔ ان کے خلاف نہ چلو۔ کیونکہ وہ تم سے زیادہ نیک اور زیادہ علم والے تھے۔

۲- ہنسی اور دل لگی کی باتیں کرنے والوں کو آپ نے فرمایا۔ تم ایک نہایت ذلیل بات پر متفق ہوتے ہو۔ جس کا انجام دشمنی ہے بہتر ہے کہ قرآن کریم پڑھو۔ حدیث شریف کا مطالعہ کرو اور ان کے معنی پر غور کرو۔

۳- جو شخص لڑائی جھگڑے غصے اور لالچ سے بچا رہا وہ نجات پا گیا۔

۴- اے لوگو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور طلب رزق میں پریشان حال نہ پھرو جو رزق قسمت میں لکھا ہے وہ اگر پہاڑ کے نیچے بھی چھپا ہوگا تو پہنچ کر رہے گا۔

۵- ایک شخص کو فرمایا کہ تم اپنے بیٹے کو فقہ اکبر پڑھاؤ۔ اس نے دریافت کیا کہ وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ وہ یہ ہے (۱) قناعت (۲) اور مسلمانوں کو ایذا نہ دینا۔

اگر ہم سوچیں تو آپ کے واقعات ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔

(فھل من مدکر)

پرچہ بروقت نہ ملنے کی فوراً اطلاع دیں
اور
خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں

بچوں کا صفحہ

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ

محمد شفیع عمر الدین (میر پور خاص)

آں مسلماناں کہ میری کردہ اند
در شہنشاہی فقیری کردہ اند
(اقبالؒ)

مذکورہ بالا شعر کی جھلک ہمیں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے واقعات میں دکھائی دیتی ہے جو تاریخ الخلفاء از حضرت علامہ جلال الدین سیوطیؒ سے ماخوذ ہیں۔

آپ کے بلند مرتبہ کا اندازہ حضرت خواجہ حسن بصریؒ کے اس قول مبارک سے لگائیے جو آپ نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی وفات کی خبر سن کر فرمایا کہ "افسوس آج دنیا کا سب سے بہتر آدمی اس جہان سے رخصت ہو گیا"۔

نیز حضرت مالک بن دینارؒ کا یہ قول بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ "لوگوں کا کہنا ہے کہ اگر کوئی شخص زاہد ہو سکتا ہے تو وہ حضرت عمر بن عبدالعزیز ہیں۔ دنیا آپ کے سامنے آئی مگر آپ نے اسے ٹھکرا دیا"۔

لباس میں سادگی

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ جمعہ کی نماز پڑھانے کے لئے تشریف لائے تو آپ جو کرتہ زیب تن کئے ہوئے تھے اس میں آگے اور پیچھے پیوند لگے ہوئے تھے۔ یہ حالت دیکھ کر ایک شخص نے عرض کیا کہ امیرالمومنین! جب اللہ تعالےٰ نے آپ کو مال اور حکومت سے نوازا ہے تو آپ پہننے کے لئے کپڑے کیوں نہیں سلواتے؟ یہ سوال سن کر آپ نے کچھ دیر تک خاموشی اختیار کی اور پھر فرمایا تونگری کی حالت میں میانہ روی اور قدرت کی حالت میں درگذر کرنا بہت بڑی چیز ہے۔

حضرت مسلمہ بن عبدالمالک جب آپ کی مزاج پُرسی کرنے گئے تو آپ نے دیکھا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ایک میلا کرتا پہنے ہوئے ہیں۔ آپ نے ان کی اہلیہ محترمہ سے کہا کہ انہیں دوسرا کُرتا کیوں نہیں دیتیں۔ اس پر جواب ملا کہ دوسرا کُرتا نہیں ہے جو اتار کر پہن لیں۔

خوراک میں سادگی

ایک دن آپ کے غلام ابو امیہ نے عرض کیا کہ مَیں ہر روز مسور کی دال کھا کر تھک گیا ہوں۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ مَیں بھی روزانہ مسور ہی کی دال کھاتا ہوں۔

آپ کا چراغ دان کیسا تھا

تین لکڑیوں کو کھڑا کر کے اس پر مٹی رکھ کر آپ کا چراغ دان بنایا گیا تھا۔

رشوت کے شبہ سے تحائف لینے سے انکار کرنا

آپ کے ایک رشتہ دار نے آپ کو انار بھیجا۔ مگر آپ نے اسے لینے سے انکار کر دیا۔ آپ نے غلام سے کہا کہ انار تو اچھا ہے مگر اسے بھیجنے والے کو واپس کر دیں۔ اور اسے میرا سلام کہیں۔ غلام نے عرض کیا کہ یا امیرالمومنین! ایک تو انار آپ کے قریبی رشتہ دار نے بھیجا ہے، دوسرا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہدیہ قبول فرما لیا کرتے تھے۔ لہٰذا اس صورت میں انار رکھ لینے میں اعتراض کی کوئی بات نہیں۔ مگر آپ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہدیہ تھا مگر ہمارے لئے رشوت ہے —— برسر اقتدار طبقہ کے لئے اس واقعہ میں بڑا سبق ہے۔

شاہی گارڈ نہ رکھنا

دستور تھا کہ خلیفہ کے لئے تین سو چوکیدار و کوتوال مقرر تھے۔ جب آپ خلیفہ ہوئے تو سب چوکیدار اور کوتوال ہٹا دئے — اور فرمایا۔ میری حفاظت کے لئے قضا و قدر موت کافی ہے۔ مجھے تمہاری ضرورت نہیں اس کے باوجود بھی اگر تم میں سے کوئی میرے پاس رہنا چاہے تو دس دینار تنخواہ ملے گی۔ اور کوئی نہ رہنا چاہے تو اپنے بال بچوں کے پاس چلا جائے۔

بیت المال سے ذاتی ضروریات پر خرچ کرنے سے احتیاط

آپ کی روزانہ تنخواہ دو درہم تھی۔ ایک دن آپ کا غلام آپ کے لئے بیت المال کے شاہی باورچی خانہ سے پانی گرم کر کے لایا جب آپ کو پتہ چلا تو آپ نے ایک درہم کی لکڑیاں اپنی ذاتی تنخواہ سے خرید کر بھیج دیں۔

ایک مرتبہ آپ کے اہل خانہ نے خرچ کی کمی کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا کہ مَیں یہ نہیں کر سکتا کہ تمہارا پہلے جتنا خرچ جاری رکھوں۔ بیت المال میں تمہارا بھی اتنا ہی حق ہے جتنا اور مسلمانوں کا۔

ایک روز آپ نے اپنے حرم محترم سے کہا کہ میرا دل انگور کھانے کو چاہتا ہے اگر آپ کے پاس کچھ ہو تو دیں۔ انہوں نے کہا۔ کہ ہمارے پاس تو ایک کوڑی نہیں۔ کیا امیرالمومنین کے پاس اتنا بھی نہیں کہ انگور لے کر کھا سکیں۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ انگوروں کی تمنا دل میں لے جانا اس سے بہتر ہے کہ کل کو دوزخ کی زنجیروں میں جکڑا جاؤں۔

رعایا کا فکر

جب آپ خلیفہ ہوئے اور گھر تشریف لائے تو آپ کی داڑھی آنسوؤں سے تر تھی۔ حرم محترم نے گھبرا کر پوچھا کہ خیر تو ہے؟ اس پر آپ نے فرمایا کہ خیریت کہاں ہے۔ میری گردن پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امّت کا بوجھ ڈال دیا گیا ہے۔ ننگوں، بھوکوں، بیماروں، مظلوموں، مسافروں، قیدیوں، بچّوں، بوڑھوں، کم حیثیت لوگوں، عیالداروں غرض ساری دنیا کا بوجھ میری گردن پر ہے۔ اب یہ خوف دامنگیر ہے کہ کہیں قیامت کے دن ان کے بارے میں مجھ سے پُرسش نہ ہو اور مَیں جواب نہ دے سکوں۔ یہی خوف مجھے رُلا رہا ہے۔

مہمان کا اکرام

ایک دن رجاء بن حیوۃ آپ کے پاس مہمان تھے۔ چراغ گل ہو گیا۔ اس وقت آپ کا غلام سو رہا تھا۔ مہمان نے چاہا کہ چراغ جلانے کے لئے غلام کو جگا دیں مگر آپ نے منع فرمایا۔ مہمان نے چراغ جلانے کے لئے اٹھنا چاہا مگر آپ نے اسے بھی روکا

(باقی صٓ ۱۸ پر)

چیف ایڈیٹر
عبید اللہ انور

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۷/۲۱ ۲۶۳۳۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۷۳۰-۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء